ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
7
www.tanzeem.org
11تا17 فروری 2014ء/10تا16 ربیع الثانی 1435ھ

شریعت کو کیسے مسلمان درکار ہیں؟

یہ شریعت بزدلوں اور نامردوں کے لیے نہیں اتری ہے، نفس کے بندوں اور دنیا کے غلاموں کے لیے نہیں اتری ہے، ہوا کے رُخ پر اڑنے والے خس و شاک، اور پانی کے بہاؤ پر بہنے والے حشرات الارض اور ہر رنگ میں رنگ جانے والے بے رنگوں کے لیے نہیں اتری ہے۔ یہ ان بہادر شیروں کے لیے اتری ہے جو ہوا کا رُخ بدل دینے کا عزم رکھتے ہوں، جو دریا کی روانی سے لڑنے اور اس کے بہاؤ کو پھیر دینے کی ہمت رکھتے ہوں، جو صبغۃ اللہ کو دنیا کے ہر رنگ سے زیادہ محبوب رکھتے ہوں اور اسی رنگ میں تمام دنیا کو رنگ دینے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ مسلمان جس کا نام ہے وہ دریا کے بہاؤ پر بہنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ اس کی آفرینش کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ زندگی کے دریا کو اس راستہ پر رواں کر دے جو اس کے ایمان و اعتقاد میں راہ راست ہے، صراط مستقیم ہے۔ اگر دریا نے اپنا رُخ اس راستہ سے پھیر دیا ہے تو اسلام کے دعوے میں وہ شخص جھوٹا ہے جو اس بدلے ہوئے رُخ پر بہنے کے لیے راضی ہو جائے۔ حقیقت میں جو سچا مسلمان ہے، وہ اس غلط رو دریا کی رفتار سے لڑے گا، اس کا رُخ پھیرنے کی کوشش میں اپنی پوری قوت صرف کر دے گا۔ کامیابی اور ناکامی کی اس کو قطعاً پروا نہ ہوگی۔ وہ ہر اس نقصان کو گوارا کرے گا جو اس لڑائی میں پہنچے یا پہنچ سکتا ہو، حتیٰ کہ اگر دریا کی روانی سے لڑتے لڑتے اس کے بازو ٹوٹ جائیں، اس کے جوڑ بند ڈھیلے ہو جائیں، اور پانی کی موجیں اس کو نیم جاں کر کے کسی کنارے پر پھینک دیں، تب بھی اس کی روح ہر گز شکست نہ کھائے گی۔

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

اس شمارے میں

جلتا ہوا پاکستان اور تنظیم اسلامی

تنظیم اسلامی: تحریک اقامت دین کے سلسلۃ الذہب کی کڑی

تنظیم اسلامی یکطرفہ تصادم کی قائل ہے

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام رفقائے تنظیم کے نام

تنظیم اسلامی کی جدوجہد: اسوۂ نبویؐ کی روشنی میں

تنظیم اسلامی: دعوت، بنیادی نظریات و تصورات

رکو نہیں، تھمو نہیں کہ معرکے ہیں تیز تر

الھدیٰ (599)

قوم لوط پر عذاب کا بیان

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ الحِجر | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | (آیات 57 تا 66)

قَالَ فَمَا خَطۡبُکُمۡ اَیُّهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰی قَوۡمٍ مُّجۡرِمِیۡنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّاۤ اٰلَ لُوۡطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوۡهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا
امۡرَاَتَهٗ قَدَّرۡنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الۡغٰبِرِیۡنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوۡطِ ۣ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّکُمۡ قَوۡمٌ مُّنۡکَرُوۡنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوۡا بَلۡ جِئۡنٰکَ بِمَا
کَانُوۡا فِیۡهِ یَمۡتَرُوۡنَ ﴿۶۳﴾ وَ اَتَیۡنٰکَ بِالۡحَقِّ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسۡرِ بِاَهۡلِکَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّیۡلِ وَ اتَّبِعۡ اَدۡبَارَهُمۡ وَ لَا یَلۡتَفِتۡ
مِنۡکُمۡ اَحَدٌ وَّ امۡضُوۡا حَیۡثُ تُؤۡمَرُوۡنَ ﴿۶۵﴾ وَ قَضَیۡنَاۤ اِلَیۡهِ ذٰلِکَ الۡاَمۡرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقۡطُوۡعٌ مُّصۡبِحِیۡنَ ﴿۶۶﴾

آیت ۵۷ ﴿قَالَ فَمَا خَطۡبُکُمۡ اَیُّهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۵۷﴾﴾ ''آپؑ نے پوچھا: اے فرستادو! تمہاری کیا مہم ہے؟''

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھ ہی لیا کہ آپ لوگوں کے یہاں آنے کا کیا مقصد ہے؟ آپ کو کیا مہم درپیش ہے؟

آیت ۵۸ ﴿قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰی قَوۡمٍ مُّجۡرِمِیۡنَ ﴿۵۸﴾﴾ ''انہوں نے کہا کہ ہمیں بھیجا گیا ہے ایک مجرم قوم کی طرف۔''

آیت ۵۹ ﴿اِلَّاۤ اٰلَ لُوۡطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوۡهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۵۹﴾﴾ ''سوائے آلِ لوطؑ کے' ان سب کو ہم ضرور بچا لیں گے۔''

آیت ۶۰ ﴿اِلَّا امۡرَاَتَهٗ قَدَّرۡنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الۡغٰبِرِیۡنَ ﴿۶۰﴾﴾ ''سوائے اُن کی بیوی کے' ہم نے اندازہ ٹھہرا لیا ہے کہ وہ یقیناً پیچھے رہنے والوں میں سے ہو گی۔''

آیت ۶۱ ﴿فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوۡطِ ۣ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۶۱﴾﴾ ''تو جب لوطؑ کے گھر پہنچے وہ بھیجے ہوئے۔''

آیت ۶۲ ﴿قَالَ اِنَّکُمۡ قَوۡمٌ مُّنۡکَرُوۡنَ ﴿۶۲﴾﴾ ''اُس (لوطؑ) نے کہا کہ یقیناً تم اجنبی لوگ ہو۔''

حضرت لوط علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ بالکل اجنبی لوگ ہیں' تو انہوں نے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں' اور کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ آپ کی تشریف آوری کا مقصد کیا ہے؟

آیت ۶۳ ﴿قَالُوۡا بَلۡ جِئۡنٰکَ بِمَا کَانُوۡا فِیۡهِ یَمۡتَرُوۡنَ ﴿۶۳﴾﴾ ''انہوں نے کہا: بلکہ ہم تو آپؑ کے پاس وہ شے لے کر آئے ہیں جس کے بارے میں یہ لوگ شک میں پڑے ہوئے تھے۔''

حضرت لوط علیہ السلام جب اپنی قوم کو متنبہ کرتے تھے کہ اگر تم لوگ شرک سے اور اس فعل خبیث سے باز نہیں آؤ گے تو تم پر اللہ کا عذاب آئے گا' تو وہ آپؑ کا مذاق اڑاتے تھے' کیونکہ انہیں یقین نہیں تھا کہ ان پر واقعی عذاب آ جائے گا۔ فرشتوں نے کہا کہ آج ہم وہی عذاب لے کر آ گئے ہیں جس کے بارے میں یہ لوگ شک میں تھے۔

آیت ۶۴ ﴿وَ اَتَیۡنٰکَ بِالۡحَقِّ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ﴿۶۴﴾﴾ ''اور ہم آئے ہیں آپؑ کے پاس حق (قطعی فیصلے) کے ساتھ اور یقیناً ہم سچے ہیں۔''

آیت ۶۵ ﴿فَاَسۡرِ بِاَهۡلِکَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّیۡلِ وَ اتَّبِعۡ اَدۡبَارَهُمۡ وَ لَا یَلۡتَفِتۡ مِنۡکُمۡ اَحَدٌ﴾ ''تو آپؑ اپنے گھر والوں کو لے جایئے رات کے ایک حصے میں' اور آپؑ ان کے پیچھے پیچھے جایئے' اور آپ لوگوں میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔''

یعنی آپ لوگ صبح ہونے سے پہلے پہلے یہاں سے نکل جائیں۔ پیچھے رہ جانے والوں کے لیے اب دوستی اور ہمدردی جیسے جذبات کا اظہار کسی بھی شکل میں نہیں ہونا چاہیے۔

﴿وَّ امۡضُوۡا حَیۡثُ تُؤۡمَرُوۡنَ ﴿۶۵﴾﴾ ''اور آپؑ چلے جایئے جہاں آپؑ کو حکم ہوا ہے۔''

آیت ۶۶ ﴿وَ قَضَیۡنَاۤ اِلَیۡهِ ذٰلِکَ الۡاَمۡرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقۡطُوۡعٌ مُّصۡبِحِیۡنَ ﴿۶۶﴾﴾ ''اور ہم نے لوطؑ کو اپنے اس فیصلے سے آگاہ کر دیا کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔''

وہاں سے نکلنے سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام کو بتا دیا گیا کہ اس پوری قوم کو تہس نہس کر دیا جائے گا اور یہاں کوئی ایک متنفس بھی نہیں بچے گا۔

فرمان نبویؐ

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ((اِنَّ الدُّنۡیَا حُلۡوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ مُسۡتَخۡلِفُکُمۡ فِیۡھَا فَیَنۡظُرُ کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ فَاتَّقُوا الدُّنۡیَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتۡنَةِ بَنِیۡ اِسۡرَائِیۡلَ کَانَتۡ فِی النِّسَاءِ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک دنیا شیریں اور ہری بھری چیز ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ پس وہ دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے زندگی گزارتے ہو۔ پس بچو دنیا (کی محبت) سے اور بچاؤ اختیار کرو عورتوں سے۔ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں ہی کا تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو زینت دی ہے انسانوں کی آزمائش کے لئے' لہٰذا ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ یہ صرف چند دن استعمال کے لئے ہے' دل لگانے اور جمع کرنے کے لئے نہیں' کیونکہ یہ ساتھ دینے والی نہیں۔ اسی طرح کا معاملہ انسانوں کے باہمی تعلق کا ہے کہ یہ بھی آزمائش کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد و زن میں باہم کشش رکھی ہے۔ لیکن اگر اس تعلق ہی کو زندگی کا مقصد سمجھ لیا جائے تو یہ فتنہ ہے جو ناکامی اور فساد کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ جیسے آج عورت مرد کے اعصاب پر سوار ہے اور مرد اس کی دلجوئی کی خاطر احکام دین سے روگردانی کو معمولی بات سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فتنے سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلتا ہوا پاکستان اور تنظیم اسلامی

گزشتہ کئی سال سے پاکستان میں خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ انتہائی افسوس اور دکھ کی بات یہ ہے کہ اس کھیل کے کھلاڑی جو انتہائی بے دردی سے قتل و غارت گری میں مصروف ہیں اور ایک دوسرے کی گردنیں مار رہے ہیں، دونوں طرف مسلمان ہیں، جن کی الہامی کتاب واشگاف اعلان کرتی ہے کہ ایک انسان کی بلا عذر شرعی جان لینا گویا ساری انسانیت کا قتل ہے، جو قتل ناحق کو گناہِ کبیرہ قرار دیتی ہے۔ اور جس رسولؐ کے عشق کے دعوے دن رات ہوتے ہیں وہ رسول کریم ﷺ انہیں مطلع فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان کی جان اللہ رب العزت کے نزدیک کعبۃ اللہ سے زیادہ محترم ہے۔ ایک مسلمان مجاہد تو اس کافر عورت پر بھی حملہ نہیں کر سکتا جو جنگ میں عملاً شریک نہیں ہے۔ وہ مسلمان اُمت جنہیں نبی کریم ﷺ ایک جسم کی مانند قرار دیتے ہیں کہ اگر اس جسم کے ایک حصہ میں تکلیف ہو تو سارا جسم بے قرار اور بے چین رہتا ہے۔ وہ مسلمان، وہ امتی ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہیں اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ ایک فریق بم پھینکنے اور خودکش حملے کرنے سے پہلے یہ نہیں سوچتا کہ اس سے اس کے ٹارگٹ کے علاوہ کتنے معصوم شہری بوڑھے بچے اور عورتیں خون میں نہا جائیں گی اور دوسرا فریق جس نے عوام کے خون پسینے کی کمائی سے جنگی جہاز اور ٹینک' اسلام اور پاکستان دشمن قوتوں کو کچل دینے کے لیے خریدے تھے وہ اپنے جدید ترین بمبار طیاروں سے اپنے ہی عوام پر آگ برساتا ہے، جس سے بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سرزمین اپنوں کے خون سے سیراب ہوتی ہے اور دعوے یہ ہوتے ہیں کہ اتنے دہشت گرد ہلاک کر دیے گئے۔ کیا بم آنکھیں رکھتے ہیں اور صرف ان کے ٹارگٹ کو جلا کر خاکستر کرتے ہیں۔ ہم بھارتیوں کے کشمیریوں پر مظالم کا رونا روتے ہیں۔ یقیناً بھارت کشمیر میں ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے، لیکن کیا کبھی مقبوضہ کشمیر میں بمباری ہوئی؟ کبھی گن شپ ہیلی کاپٹر استعمال ہوئے؟ حالانکہ وہاں مسلمان اور ہندو کا سوال ہے۔ ایک فریق آزادی چاہتا ہے، دوسرا اسے ملک توڑنا قرار دیتا ہے۔ جبکہ پاکستانی فوج اور قبائلی ہم مذہب بھی ہیں اور ایک ہی ملک کے باشندے بھی ہیں، کوئی ملک توڑنے کا سوال نہیں ہے، کسی علیحدگی کا مطالبہ نہیں ہے۔

بہرحال یہ باہم کشت و خون جنوری کے اواخر میں اپنے کلائمکس کو پہنچ گیا۔ میڈیا خصوصاً الیکٹرانک میڈیا پر تحریک طالبان پاکستان کے خلاف فوجی آپریشن اور صرف فوجی آپریشن کے شور کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ گویا گز گز لمبی زبانوں نے آسمان سر پر اٹھایا ہوا تھا اور یہ تاثر دیا جا رہا تھا کہ ساری قوم اب فوجی آپریشن کے حوالے سے یکسو ہو چکی ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بہت زیادہ خونی واقعات نے ماحول کو متاثر کیا تھا، یہاں تک کہ عمران خان جیسے لیڈر کے لب و لہجہ میں بھی معمولی سی تبدیلی آ گئی۔ اگرچہ یہ بات بھی دبی دبی آتی رہی کہ ابھی پانی سر سے نہیں گزرا، مذاکرات کا ڈول ڈالا جانا چاہیے، لیکن نقار خانے میں طوطی کی آواز کوئی نہیں سن رہا تھا۔ اتنے میں وزیراعظم نے قومی اسمبلی سے خطاب کا فیصلہ کیا۔ گیلانی جیسا وزیراعظم ہوتا تو سمجھا جاتا کہ وہ ایوان میں آتا رہتا ہے، لیکن میاں صاحب کے خطاب کے فیصلے پر جنہوں نے حلف اٹھانے کے بعد ایوان کو اپنی شرکت کا اعزاز نہیں بخشا تھا، ملحدوں اور سیکولر عناصر کی باچھیں کھل گئیں کہ اب اعلانِ جنگ ہو گا۔ یہ خبریں بھی تواتر سے آ رہی تھیں کہ مسلم لیگ (ن) کی غالب اکثریت اب فوجی اپریشن کو ناگزیر سمجھتی ہے اور ان کی صفوں میں تحریک طالبان پاکستان اپنی ہمدردیاں مکمل طور پر کھو چکی ہے بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ صرف وزیر داخلہ چودھری نثار علی خان حکومتی پارٹی میں واحد رہنما ہیں جو مذاکرات کے حق میں اور فوجی اپریشن کے خلاف ہیں۔ قومی اسمبلی سے وزیراعظم خطاب کر رہے تھے تو آغاز میں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ دیر بعد جنگی ترانے ٹیلی ویژن پر بجنے لگیں گے کہ اچانک وزیراعظم نے مذاکرات کے لیے ایک چار رکنی کمیٹی کا اعلان کر دیا جو وزیراعظم کے معاون عرفان صدیقی، رستم شاہ مہمند، میجر (ر) عامر اور

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

11 تا 17 فروری 2014ء جلد 23
10 تا 16 ربیع الثانی 1435ھ شمارہ 7

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

رحیم اللہ یوسف زئی پر مشتمل تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے سمیت حکومتی ناقدوں کی عظیم اکثریت نے کمیٹی کے ارکان پر اعتماد کا اظہار کیا اور اس کا برملا اعلان کیا کہ ان ناموں سے کم از کم سویلین حکومت مذاکرات کے بارے میں سنجیدہ اور مخلص نظر آتی ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ معاملات کی پیچیدگی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ مذاکرات کے پُرزور حامی اور وہ جو فوجی آپریشن کے لیے دیوانے ہوئے جا رہے ہیں، دونوں یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ مذاکرات اور ان کے لیے بنائی گئی کمیٹیاں ٹوپی ڈراما ہیں، یہ سب کچھ سادہ لوح عوام کو مطمئن کرنے کے لیے ہے کہ ہم نے تو مذاکرات کے ذریعے امن قائم کرنے کی ازحد کوشش کی تھی اور تحریک طالبان پاکستان کو بھوت قرار دے دیا جائے گا جو صرف لاتوں کی زبان سمجھتے ہیں۔ پھر یہ کہ وقت Buy کیا جا رہا ہے، تاکہ سردی کی شدت میں کمی آجائے اور فوجی آپریشن میں موسم کی مدافعت بھی حاصل ہو جائے۔ اور یہ دلیل بھی بڑی قوی ہے کہ امریکہ کا ڈرون حملے بند کرنے کا اعلان کرنا اور مذاکرات کو پاکستان کا اندرونی معاملہ قرار دینا ان شکوک کو تقویت پہنچاتا ہے کہ امریکہ اور حکومت پاکستان کے درمیان کوئی بات اندر خانے طے ہوئی ہے۔ واللہ اعلم

ہمارا معاملہ یہ ہے کہ اگرچہ آثار ہمیں بھی عقلی سطح پر اچھے نظر نہیں آتے اور ہمیں ملحد قوتیں اور سیکولر عناصر جس طرح وزیراعظم کے اردگرد نظر آ رہے ہیں اور میڈیا جو فوجی آپریشن کے لیے راہ ہموار کرنے میں جس طرح شب و روز محنت کر رہا ہے اور دہشت گردی کے خلاف مبینہ جنگ نے ہماری عسکری قوت کو جس طرح امریکہ کے سپورٹ فنڈ کا محتاج بنا دیا ہے، اس پس منظر نے مذاکرات کی کامیابی کو انتہائی مشکل بنا دیا ہے، لیکن نیت کے معاملہ پر بندے فیصلہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ان سب شکوک و شبہات کے باوجود ہم یہ فرض کرتے ہوئے کہ فریقین مذاکرات کے ذریعے امن چاہتے ہیں، دونوں کی خدمت میں بعض تجاویز پیش کرتے ہیں۔

حکومت خصوصاً وزیراعظم کے لیے سمجھنے کی سب سے پہلی بات یہ ہے کہ پاکستان کی چھیاسٹھ سالہ تاریخ بتاتی ہے کہ امریکہ ہمارے ہر حکمران کا صرف اچھے وقت کا دوست رہا۔ پرویز مشرف سے زیادہ فرمانبردار اور امریکی ایجنڈے کو امریکیوں کی خواہش سے زیادہ آگے بڑھانے والا کون ہوگا؟ لیکن آج وہ غدارِ وطن شکیل آفریدی کا تو پھر بھی نام لے لیتا ہے، پرویز مشرف کے لیے ہمدردی کا ایک بول بولنے کے لیے تیار نہیں۔ پاکستان کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جب کسی حکمران پر برا وقت آیا امریکہ نے بھی اسے پیچھے سے کھائی کی طرف دھکا دے دیا۔ لہٰذا انہیں پہلا فیصلہ یہ کرنا ہوگا کہ انہیں امریکہ سے ملکی اور ذاتی تعلقات کس نوعیت کے رکھنے ہوں گے۔ ہم یہ تجویز نہیں کرتے کہ وہ علانیہ اسے اپنا دشمن قرار دے دیں، مگر یہ بھی یاد رکھیں کہ پاکستان میں کسی صورت امن قائم نہیں ہو سکتا اگر آپ امریکی جنگ سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے۔ آپ حکومتی حوالے سے ہر قدم اٹھاتے ہوئے یہ ذہن میں رکھیں کہ امریکہ ان عالمی طاقتوں کا سرغنہ ہے جنہیں اسلام ایک آنکھ نہیں بھاتا اور جو نظریاتی بنیادوں پر قائم ہونے والی ایٹمی ریاست یعنی پاکستان کو تباہ و برباد کر دینا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتی ہیں، کسی شخص کی ذاتی دوستی یاری انہیں اپنے اس مرکزی ایجنڈے سے ایک انچ پیچھے نہیں کر سکتی۔ میاں صاحب اپنی تاریخ پر ایک نگاہ بازگشت ڈالیں، جب سے ہم نے اپنے آپ کو سیٹو اور سینٹو میں باندھا اور دوستی کا ہاتھ ملاتے ہوئے گندم اور اربوں ڈالر کی مدد حاصل کی، اس مدد نے ہمیشہ ہماری غربت میں اضافہ ہی کیا اور آج ہم دیوالیہ ہوا چاہتے ہیں۔ امریکا نے ہمیں اسلحہ فروخت کیا، لیکن ہمارے ازلی اور پیدائشی دشمن بھارت سے مل کر ہماری سلامتی کے خلاف زبردست سازشیں کیں، حتیٰ کہ 1971ء میں پاکستان کو دولخت کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تحریک طالبان پاکستان کے سب لوگ اچھے ہیں۔ یقیناً بہت سے برے لوگوں نے بھی اسے اپنی پناہ گاہ بنا لیا ہے، لیکن وہ آپ کے مسلمان بھائی ہیں، وہ پاکستانی ہیں۔ کیا آپ قبائلی معاشرے کو نہیں جانتے؟ ان میں انتقامی جذبہ بڑی شدت سے ہوتا ہے۔ ان کا ردعمل بڑا سخت ہوتا ہے۔ سابقہ حکومتوں خصوصاً پرویز مشرف نے ان کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اب ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کی ضرورت ہے۔ ان سے معافی مانگنے اور تلافی کرنے کی ضرورت ہے۔ ان پر یہ ثابت کرنا ہوگا کہ حکومت پاکستان ان کی ہمدرد ہے اور ان کی بہتری چاہتی ہے۔ اس حوالہ سے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا کوئی مطالبہ درست نہیں ہے، تب بھی اپنوں کے آگے سرِتسلیم خم کرنے سے انسان کی عزت کم نہیں ہوتی۔ میاں صاحب، ان کے بعض مطالبے آپ کو سینے پر پتھر رکھ کر قبول کرنے ہوں گے۔ پنجابی کا محاورہ ہے کہ ہارنے والے کو ہیرا سمجھو۔ ہم تک پہنچنے والے ان کے مطالبات میں سرفہرست شریعت کا نفاذ ہے اور ہم تو روزِ اوّل سے کہہ رہے ہیں کہ جنہیں طالبانائزیشن کا خوف رات کو نیند سے محروم رکھتا ہے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا بہترین علاج پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہے۔ آخری گزارش یہ ہے کہ ساری سیاسی اور عسکری قیادت آئین آئین پکار رہی ہے کہ اس ''وحی آسمانی'' سے باہر نہیں جائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ کیا قراردادِ مقاصد آئین کا باقاعدہ حصہ نہیں؟ کیا اسلامی معاشرہ قائم نہ کر کے ہم آئین کی دفعہ 31 اور 227 کی خلاف ورزی کے مرتکب نہیں ہو رہے؟ خدارا! سوچیے اور اسلام دشمن قوتوں کو دھتکار کر اپنوں سے بغل گیر ہو جائیں۔

جہاں تک تحریک طالبان پاکستان کا تعلق ہے انہیں سب سے پہلے اپنے اور طالبانِ افغانستان میں فرق کو سمجھنا چاہیے۔ افغان طالبان ایک غیر ملکی اسلام دشمن قوت کے خلاف صف آراء ہیں۔ سمندر پار سے ایک جابر اور ظالم قوت نے بزور بازو ان کے ملک پر قبضہ کر لیا تھا۔ امریکا اور اتحادی افغانستان میں قائم ایک اسلامی حکومت کو ختم کر کے اپنے بعض افغان ایجنٹوں کے ذریعے وہاں مکمل تسلط جمائے ہوئے ہیں اور وہاں ڈیرے جما کر دوسرے اسلامی ملک پاکستان کے خلاف تخریبی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ افغان طالبان کے پاس اس کے سوا کیا آپشن ہے کہ وہ اپنی دینی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کافر اور اسلام دشمن قوتوں کے خلاف صف آراء ہو جائیں، ان سے آزادی کی جنگ لڑیں اور ایک مرتبہ پھر افغانستان کو اسلام کا گہوارہ بنا دیں۔ گویا افغان طالبان جہادِ حریت بھی کر رہے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ بھی کہ حکومت الٰہیہ دوبارہ قائم کی جا سکے۔ ان کا دشمن جو ہزاروں میل دور سمندر پار سے آیا ہے، تھک چکا ہے۔ جنگی اخراجات نے ڈالر کو بیمار کر دیا ہے۔ وہاں جب کسی امریکن کی لاش پہنچتی ہے تو عوام سوال کرتے ہیں کہ ہماری جنگ کا مقصد کیا ہے؟ ہمارے ٹیکس کا پیسہ اس کام میں کیوں خرچ ہو رہا ہے؟ یہ ایک ملک کی دوسرے ملک کے خلاف جنگ ہے۔ آج کے دور میں کوئی دور دراز کا ملک کسی دوسرے ملک پر زیادہ عرصہ قبضہ جمائے نہیں رکھ سکتا۔ (اس جنگ میں اگر عام افغان شہریوں کے جان و مال کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ امریکہ کی بمباری یا گولہ باری سے پہنچتا ہے)۔

(باقی صفحہ 9 پر)

تنظیم اسلامی:

تحریک اقامتِ دین کے ''سلسلۃ الذھب'' کی ایک کڑی!

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع 2008ء کے موقع پر بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور کی یادگار تحریر

O اسلام آفاقی دین ہے۔ اس لیے کہ ﴿وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ﴾ کے مطابق پوری کائنات پر اللہ کی تکوینی حکومت قائم ہے، اور ﴿لَہٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّکَرۡھًا﴾ کے مطابق آسمانوں اور زمین کی ہر شے تکوینی طور پر اس کے سامنے سرِتسلیم و اطاعت خم کیے ہوئے ہے!

O اللہ نے آدمؑ اور اس کی اولاد کو زمین کی خلافت عطا فرمائی تاکہ وہ اللہ کی زمین پر اللہ کی تشریعی حکومت یعنی نظامِ خلافت قائم کریں!

O ساتھ ہی خلق کی ہدایت کے لیے نبوت اور رسالت کا سلسلہ جاری فرمایا— جو ہزاروں سال پر محیط ارتقائی عمل سے گزر کر بالآخر محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اطہر و مبارک پر نبوت و رسالت دونوں کے نقطۂ عروج و مرتبۂ کمال کو پہنچ جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے منقطع ہوگیا۔

O تکمیلِ نبوت کا مظہر یہ تھا کہ آپؐ پر دینِ حق کی بھی تکمیل ہوگئی ﴿اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ﴾ اور نعمتِ ہدایت کا بھی اِتمام ہوگیا ﴿وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ﴾— اور رسالت کی تکمیل کا مظہر یہ تھا کہ آپؐ نے نہ صرف یہ کہ دینِ حق کی تبلیغ و دعوت کا حق بہ تمام و کمال ادا کردیا بلکہ دینِ حق یعنی اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کو ایک جانب اللہ کی نصرت و تائید اور دوسری جانب اپنی اور اپنے صحابہؓ پر مشتمل ''حِزۡبُ اللّٰہِ'' (سورۃ مائدہ اور سورۃ مجادلہ) کی عظیم انقلابی جدوجہد کے ذریعے عرب کے وسیع و عریض جزیرہ نما میں بالفعل قائم کرکے گویا اللہ کی حکومت اور بنی آدم کی خلافت برپا کردی! فصلی اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وسلّم تسلیماً کثیراً۔ وفداہ اباءُنا وامّھٰتُنا!!

O آپؐ کے انتقال کے بعد نہایت قلیل عرصہ میں آپؐ کے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایشیا اور افریقہ کے وسیع علاقوں پر ''خلافت علیٰ منہاج النبوت'' کا نظام قائم کردیا جس کی یاد تاحال نوعِ انسانی کی اجتماعی یادداشت میں ایک حسین خواب کی یاد کے مانند محفوظ ہے!

O اس کے بعد ایک یہودی (عبداللہ بن سبا) کی سازش کے نتیجے میں مسلمانوں میں باہمی خانہ جنگی پیدا ہوگئی— جس کے نتیجے میں توسیعِ خلافت کا جو سیلاب پوری تیزی و تندی کے ساتھ مشرق و مغرب میں پھیل رہا تھا وہ اس داخلی اور باطنی سبوتاژ (SABOTAGE) کے ذریعے رک گیا اور ''الفتنۃ الکبریٰ'' کے خاتمے کے چند سالوں کے بعد جب اس سیلاب نے دوبارہ آگے بڑھنا شروع کیا تو اب یہ توسیع ''خلافتِ راشدہ'' یا ''خلافت علیٰ منہاج النبوت'' کی نہیں تھی بلکہ مجرد ''خلافت'' بمعنی حکومت بلکہ علامہ اقبال کے الفاظ میں ''عرب امپیریلزم'' کی تھی! — جو عربوں کے زوال کے بعد ترکانِ سلجوقی، ترکانِ تیموری، ترکانِ صفوی اور ترکانِ عثمانی کی بادشاہتوں میں تبدیل ہوگئی!

O تاہم اس ''مُلۡکًا عَاضًّا'' کے دور میں بھی لگ بھگ ایک ہزار برس تک اگرچہ اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کی عمارت کی سب سے اونچی منزل تو گرگئی تھی یعنی حکومت ﴿اَمۡرُھُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَھُمۡ﴾ کی بجائے ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کے مصداق کسی طاقتور قبائلی عصبیت پر مبنی موروثی بادشاہت کی صورت اختیار کرگئی تھی — لیکن نظامِ معاشرت اور معیشت سے متعلق احکامِ شریعت بہت حد تک نافذ ہوتے رہے اور قضاء اور افتاء کے مناصب برقرار رہے—!

O تاآنکہ یورپی استعمار کے سیلاب نے اس عظیم عمارت کی مزید منزلیں بھی زمین بوس کردیں اور اسلام بالفعل صرف عقائد و عبادات اور زیادہ سے زیادہ عائلی قوانین تک محدود ہوکر رہ گیا— اور رفتہ رفتہ اس نے ''دین'' کی بجائے صرف ''مذہب'' کی حیثیت اختیار کرلی — اور اس ''مُلۡکًا جَبۡرِیًّا'' کے دور میں مسلمانوں کے عوام ہی نہیں علماء نے بھی عملاً خواہ ''طَوۡعًا'' خواہ ''کَرۡھًا'' اسلام کے اس محدود تصور کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی اختیار کرلی۔ جس پر علامہ اقبال نے ع ''نوارا تلخ ترمی زن چوں نغمہ کم یابی'' کے مصداق یہ پھبتی چست کی کہ ؎

''ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!''

O بیسویں صدی کے آغاز ہی میں — جبکہ مغربی استعمار کا سورج ابھی نصف النہار پر چمک رہا تھا تقریباً پورے عالمِ اسلام میں — اسلام کو ''مذہب'' کی سطح سے اُٹھا کر ازسرِنو ''دین'' کے مقام پر فائز کرنے کی ذہنی و فکری مساعی — اور ''اقامتِ دین'' کی عملی جدوجہد کا آغاز ہوگیا تھا، جسے لامحالہ ﴿لَتَرۡکَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ﴾ کے مصداق لازماً طویل تدریجی مراحل سے گزرنا تھا! — تاہم جیسے ہی گزشتہ صدی کے وسط میں یورپی سامراج کا بستر تہہ ہونا شروع ہوا، ان مساعی میں بھی شدت پیدا ہوتی چلی گئی!

O برعظیم پاک و ہند میں ان مساعی کے ''سلسلۃ الذھب'' (سنہری زنجیر) کی پہلی کڑی علامہ اقبال مرحوم تھے — جنہوں نے ایک جانب مغربی فکر و فلسفہ اور تہذیب و ثقافت کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھرپور اعتماد کے ساتھ چیلنج کیا۔ دوسری جانب اسلام کے کامل ''دین'' ہونے کے تصور کو زندہ کیا اور خوشخبری دی کہ دینِ حق دوبارہ دنیا میں عملاً قائم ہوگا۔ اور تیسری جانب 1907ء میں پورے عزم بالجزم کے ساتھ ایک عملی تحریک کے آغاز' اور اس کے لیے ایک نئے قافلے کی تشکیل کے ارادے کا اظہار کیا — بحوائے:۔

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہوگی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہوگا
سفینۂ برگ گل بنا لے گا قافلہ مور ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہوگا

لیکن یہ واقعہ ہے کہ حضرت علامہ فکر کے تو نہایت بلند مقام ومرتبے پر فائز تھے لیکن اپنی افتادِ طبع کے اعتبار سے ''مردِ میدان'' نہیں تھے — لہٰذا وہ ''احیائے دین'' اور قیام ونفاذِ دینِ حق کے لیے کوئی جماعت (ان کے اپنے الفاظ میں کاروان یا قافلہ) تو نہ بنا سکے البتہ انہوں نے مسلمانانِ ہند کی قومی جدوجہد کو فکری بنیاد بھی فراہم کردی اور اس کے لیے موجود الوقت حالات کے اعتبار سے موزوں ترین شخصیت کو قائدانہ کردار ادا کرنے پر آمادہ کر کے ایک بدلی ہوئی صورت میں ''ہند میں سرمایۂ ملت کی نگہبانی'' کا وہ کام بہرحال سرانجام دے دیا جو تین سو سال قبل حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے سرانجام دیا تھا![اہم نوٹ: یہاں یہ بات بھی واضح کردی جائے کہ علامہ اقبال مسلمانوں کے عروج واقبال اور اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر خالص اسلامی اصولوں یعنی بیعت کی بنیاد پر قائم ہونے والی ایک انقلابی جماعت کی تشکیل کی بھرپور کوشش کرتے رہے جو محض نام کے مسلمانوں پر نہیں بلکہ فدا کاروں پر مشتمل ہو۔ اس کوشش میں انہیں بہت حد تک کامیابی بھی ہوئی، لیکن تشکیل جماعت کے بالکل آخری مرحلے پر بوجوہ معاملہ رُک گیا۔ حیاتِ اقبال کا یہ گم شدہ ورق کچھ عرصہ پہلے ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کی ایک کتاب علامہ اقبال اور مسلمانوں کا سیاسی نصب العین کے ذریعے منظر عام پر آیا، جسے آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگریس نے دسمبر 1994ء میں شائع کیا۔ (بحوالہ کتاب ''علامہ اقبال کی آخری خواہش جو بوجوہ شرمندہ تکمیل نہ ہو سکی''۔ از حافظ عاکف سعید]

O تاہم اقبال کا وہ نعرۂ مستانہ (جس کا اندازہ ان دو اشعار سے ہو سکتا ہے جو اوپر درج کیے گئے!) اور ان کی ملی شاعری کی گھن گرج ہوا میں تحلیل ہو جانے والی نہیں تھی۔ چنانچہ اسی کی صدائے بازگشت کے طور پر منظر عام پر آئے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' والے مولانا ابوالکلام آزاد جنہوں نے 1913ء میں ''حکومتِ الٰہیہ'' کے قیام کا نعرہ لگا کر اس کے لیے عملی جدوجہد کی خاطر بیعت کی مسنون بنیاد پر ''حزب اللہ'' کا قافلہ تشکیل دے دیا — تاہم اس کے باوجود کہ انہیں وقت کے ''شیخ الہند'' (اور میرے نزدیک چودھویں صدی کے مجددِ اعظم) مولانا محمود حسنؒ (اسیر مالٹا) کی تائید وحمایت بھی حاصل ہو گئی تھی — تاہم ان کے اپنے قول کے مطابق وہ علمائے اسلام کی عمومی تقلید جامد اور جمودِ مطلق سے مایوس ہو کر میدان چھوڑ گئے — اور نومبر 1920ء کے جمعیت علماءِ ہند کے دوسرے کُل ہند اجلاس کے کچھ عرصے بعد انہوں نے حزب اللہ کی بساط لپیٹ دی، اور آل انڈیا نیشنل کانگریس میں شامل ہو کر اپنے آپ کو آزادیٔ ہند کی تحریک کے لیے وقف کر دیا۔ (اس کے بعد ابوالکلام اور ان کے طرزِ عمل اور افکار وخیالات سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے!)

O اس کے لگ بھگ بیس سال بعد 41-1940ء میں اس سلسلۃ الذہب کی تیسری کڑی کے طور پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سامنے آئے، جنہوں نے — ایک جانب علامہ اقبال کے مشن کو مزید آگے بڑھایا یعنی اسلام اور مغربی تہذیب کے تصادم سے پیدا شدہ مسائل کے ضمن میں پورے اعتماد اور بھرپور عقلی استدلال کے ساتھ نہایت مؤثر انداز میں اسلام کا دفاع کیا۔ اور ساتھ ہی اقبال کے 1930ء کے خطبہ الٰہ آباد میں پیش کردہ ''مسلم قومیت'' کے نظریے کی نہایت سلیس، عام فہم اور دلنشیں پیرائے میں تائید وتوضیح کی — اور دوسری جانب مولانا آزاد کے ترک کردہ مشن کو از سر نو تازہ کیا اور 1941ء میں ''حکومتِ الٰہیہ'' کے قیام ہی کے ''نصب العین'' کے لیے جدوجہد کی خاطر جماعتِ اسلامی کے نام سے ایک اصولی، اسلامی، انقلابی جماعت قائم کردی اور پھر لگ بھگ دس سال تک مسلمانانِ ہند کی قومی جدوجہد سے بالکل کنارہ کش رہتے ہوئے پوری توجہ اور کامل یکسوئی کے ساتھ اپنی تمام تر مساعی کو اس ''حزب اللہ'' کو ﴿كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ﴾ کے مصداق پروان چڑھانے پر مرکوز کر دیا! — لیکن افسوس! کہ ہندوستان کی آزادی اور تقسیم کے بعد پاکستان میں انہوں نے 1951ء میں ملکی انتخابات کے میدان میں داخل ہو کر اپنے آپ کو کشاکشِ اقتدار میں شریک کر لیا — جس کے نتیجے میں جماعتِ اسلامی نے ایک اصولی، اسلامی، انقلابی جماعت کی بجائے ''اسلام پسند'' قومی، سیاسی جماعت'' کا روپ دھار لیا — اور اس طرح اس کی مکمل قلبِ ماہیت ہو گئی!!

O پھر اس کے چوبیس برس بعد 1975ء میں اس سلسلۃ الذہب کی چوتھی کڑی تنظیم اسلامی کے نام سے سامنے آئی جس کے ضمن میں یہ بات اہم ہے کہ اس سنہری زنجیر کی پہلی تین کڑیوں کے مابین صرف معنوی ربط تھا کوئی شخصی یا عملی رشتہ نہیں تھا، جبکہ تنظیم اسلامی کا مؤسس ایک ایسا شخص تھا جس نے اپنی نوجوانی اور جوانی کی عمر کے دس سال بھرپور فعال انداز میں تحریک جماعت اسلامی کی نظر کیے تھے، اور جو اپنا ذہنی وفکری رشتہ اعلانیہ طور پر علامہ اقبال (1912ء تا 1920ء کے) مولانا آزاد اور (1941ء سے 1951ء تک کے) مولانا مودودی سے جوڑتا ہے (مزید برآں وہ مولانا آزاد کی وساطت سے حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ بھی ایک معنوی تعلق کا مدعی ہے!) — اور اسے ہرگز کوئی باک نہیں ہے اس امر کے اعتراف میں کہ وہ ان تینوں کا ''خوشہ چین'' ہے!

O اس وقت تنظیم اسلامی کے قافلے کو سفر کا آغاز کیے 33 سال سے زائد یعنی ثلث صدی کا عرصہ گزر چکا ہے (یاد رہے یہ تحریر 2008ء کی ہے) — اس کے دوران میں اس کی رفتار ''طوفانی'' نہیں، تاہم دھیمی لیکن مسلسل اور مستقل (Slow but steady) ضرور رہی ہے --- اور اب یہ ایک دینی جماعت کی حیثیت سے منظرِ عام پر آ چکی ہے۔ مزید برآں اللہ کے فضل وکرم سے اس ثلث صدی کے عرصے کے دوران میں نہ اس میں کوئی بڑی توڑ پھوڑ ہوئی ہے، نہ کوئی قابلِ ذکر اکھاڑ پچھاڑ! اور اس پر اللہ کا سب سے بڑا فضل یہ ہوا ہے کہ اس نے اپنے دعوتی اسلوب، تنظیمی اساس، تربیت اور تزکیہ کے نظام، اور انقلابی منہاج جملہ امور کے ضمن میں اپنے آپ کو سنتِ رسول ﷺ سے نزدیک ترین کر لیا ہے۔ چنانچہ

1۔ انفرادی سطح پر اس کے رفقاء وکارکنان کا ''نصب العین'' صرف اور صرف اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح کا حصول ہے!

2۔ اجتماعی سطح پر اس کی جدوجہد کا ہدف اور مقصود ''اقامتِ دین'' یعنی اللہ کے دین کو بہ تمام وکمال ایک مکمل نظام عدل اجتماعی کی شکل میں نافذ کرنا ہے۔ چنانچہ یہی مفہوم اللہ کی حکومت قائم کرنے — اور نظام خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے نافذ کرنے کا ہے! — اور یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک انقلابی ہدف ہے۔!

3۔ سنتِ نبویؐ کے مطابق اس کی دعوت کا مرکز ومحور قرآن حکیم ہے۔ (''يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ'')

4۔ اسی طرح اس کا طریق تعلیم وتربیت اور تزکیۂ نفس، تطہیرِ قلب اور تجلیۂ روح کا نظام بھی خانقاہی نہیں بلکہ ''سلوکِ محمدیؐ'' پر مبنی ہے!

5۔ اس کا تنظیمی ڈھانچہ — ''بیعت سمع وطاعت'' کی منصوص، مسنون اور ماثور اساس پر قائم ہے۔ چنانچہ اس

میں شمولیت اختیار کرنے والے ہر شخص کا پہلا ''عہد'' اللہ سے ہوتا ہے کہ وہ خود اللہ کے دین پر قائم رہے گا اور اس کے دین کی اقامت کی جدوجہد (جہاد فی سبیل اللہ) میں تن من دھن صرف کرے گا —— اور دوسری ''بیعت'' امیر تنظیم اسلامی سے یہ ہوتی ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کی اس عملی جدوجہد کے ضمن میں ان کے ساتھ ''سمع و طاعت فی المعروف'' کے بندھن میں بندھا رہے گا۔

6۔اس کا انقلابی منہاج پورے کا پورا سیرت النبی ﷺ سے ماخوذ ہے صرف اس ایک اجتہاد کے ساتھ کہ اگر دعوت وتبلیغ، تربیت وتزکیہ، اور تنظیم وتوسیع کے جملہ امور میں سیرت النبیؐ کے مطابق جدوجہد کے نتیجے میں، اللہ کے فضل وکرم سے، معتدبہ تعداد میں لوگوں پر مشتمل ''حزب اللہ'' وجود میں آجائے جو رائج الوقت نظام سے ٹکر لینے کی اہل ہو تو آخری ''حلّے'' (putsch) کے طور پر مسلح تصادم (قتال فی سبیل اللہ) کی بجائے' اس لیے نہیں کہ وہ ''حرام'' ہے بلکہ اس لیے کہ بحالات موجودہ وہ قابلِ عمل (feasible) نہیں ہے، ایک غیر مسلح، پرامن اور منظم عوامی احتجاجی و مطالباتی تحریک یعنی mass movement کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

O تنظیم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل یہ ہے کہ اس نے اس ثلث صدی کے دوران میں کبھی اپنے اصولی موقف سے سرِ مُو انحراف نہیں کیا۔ اور وقت کے بہتے دریا میں مختلف مواقع پر آنے والے اتار چڑھاؤ یا ملکی سیاست کے بدلتے ہوئے رنگوں سے ہرگز متاثر نہ ہوتے ہوئے اپنے اصل ہدف —— اور اس کے لیے نبویؐ منہاج پر اپنی توجہات کو مرکوز رکھا! —— صرف اس ایک اضافہ کے ساتھ کہ مختلف مواقع پر حدیث نبویؐ ''الدین النصیحة'' پر عمل کرتے ہوئے ''ائمۃ المسلمین'' یعنی رہنمایانِ قوم اور کار پردازانِ حکومت کی خدمت میں مشورے پیش کیے جاتے رہے!

O بہرحال! —— اس ضمن میں جو بھی کچھ اب تک ہوسکا ہے وہ سب بھی سراسر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہی ہے، —— اور آئندہ بھی تنظیم کا سارا توکل وانحصار اسی کی نصرت وتائید پر ہے —— وابستگانِ تنظیم کا کام یہ ہے کہ جو ہدایت اللہ نے انہیں دی ہے اس پر اس کی حمد وثنا کرتے ہوئے اسی سے دعاگو رہیں کہ وہ انہیں انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر فکر ونظر —— اور عمل و کردار —— ہر نوع کی ''کجی'' سے اپنی پناہ اور حفظ وامان میں رکھے —— یعنی ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھۡتَدِیَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ ھَدٰنَا﴾ کے ساتھ ساتھ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ ھَدَیۡتَنَا وَھَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَھَّابُ﴾ کو اپنا صبح وشام کا وظیفہ بنالیں! —— اور یہ بات ہمیشہ مستحضر رکھیں کہ اگرچہ یہ امر یقینی ہے کہ قیامت سے قبل پورے کرۂ ارضی پر اللہ کی حکومت یا نظامِ خلافت علی منہاج النبوت قائم ہو کر رہے گا تاہم ان کی ذاتی نجات وفلاح کا تعلق اس امر کے ساتھ ہرگز نہیں ہے کہ ان کی جدوجہد ان کی زندگی ہی میں کامیابی سے ہمکنار ہو بلکہ صرف اس پر ہے کہ وہ آخری دم تک صحابہ کرامؓ کے ترانے:

''نَحۡنُ الَّذِیۡنَ بَایَعُوۡا مُحَمَّدًا ۝ عَلَی الۡجِھَادِ مَا بَقِیۡنَا اَبَدًا''

کے مطابق زندگی کے آخری سانس تک اقامتِ دین اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کی اس جدوجہد میں لگے رہیں —— آمین!

—— یا ربنا امین! —— یا الٰہ العٰلمین امین!!

پریس ریلیز 6 فروری 2014ء **حافظ عاکف سعید**

نیک نیتی سے مذاکرات اور نفاذ شریعت کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر قانون سازی اور عمل درآمد سے ہی ملک خوشحالی کی راہ پر گامزن ہوگا

جب تک پورے پاکستان میں اسلام کا نظام عدلِ اجتماعی قائم نہیں ہوجاتا، امن وامان قائم نہیں ہوگا

جب تک پورے پاکستان میں اسلام کا نظام عدلِ اجتماعی قائم نہیں ہوجاتا، امن وامان قائم نہیں ہوگا، یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں نماز جمعہ کے خطبہ کے دوران کہی۔ انہوں نے مذاکرات کے لیے حکومتی کمیٹی کے اس موقف پر شدید ردعمل کا اظہار کیا کہ مذاکرات کا دائرہ کار شورش زدہ علاقوں تک محدود رہے گا۔ انہوں نے سوال کیا کہ اس وقت پاکستان کا کون سا علاقہ ہے جو شورش زدہ نہیں۔ کراچی، اندرون سندھ، بلوچستان، خیبر پختونخوا، جنوبی پنجاب گویا کہ ہر علاقہ پاکستانیوں کے خون سے رنگین ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ مذاکرات کی کامیابی بڑی مخدوش نظر آتی ہے کیونکہ اس طرح کی خبریں آرہی ہیں کہ مذاکرات محض وقت گزاری اور مذاکرت مذاکرات، کی رٹ لگانے والوں کا منہ بند کرنے کے لیے کیے جارہے، حقیقت میں حکومت سمجھتی ہے کہ شمالی وزیرستان جو اس وقت شدید سردی کی لپیٹ میں ہے وہاں فوجی آپریشن کے لیے موسم سازگار ہو جائے تو پھر فوجی آپریشن کیا جائے، اُس وقت تک تحریک طالبان پاکستان کو مذاکرات میں الجھائے رکھا جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بدگمانیاں ہوسکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر فریقین اپنی نیت درست کرلیں اور امن کے قیام کے حوالہ سے مخلص ہو جائیں، حکومت امریکی جنگ سے علیحدگی کا اعلان کر دے۔ تحریک طالبان پاکستان بھی مکمل طور پر سیز فائر کر دے اور فریقین یہ عزم کرلیں کہ آئین پاکستان میں جو اسلامی دفعات ہیں انہیں پوری طرح بروئے عمل لایا جائے گا اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عملدرآمد کے لیے پارلیمنٹ سے منظوری حاصل کی جائے، انتظامیہ اُن پر پوری طرح عملدرآمد کرنے کا فیصلہ کرلے تو پاکستان خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو جائے گا اور پاکستان قائم ودائم ہی نہیں رہے گا بلکہ مضبوط ومستحکم بھی ہوجائے گا۔ ان شاء اللہ

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان)

اسلامی انقلاب کے آخری مرحلے میں

تنظیم اسلامی دوطرفہ جنگ نہیں یکطرفہ تصادم کی قائل ہے

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی سینکڑوں تحریروں، تقریروں یا انٹرویوز میں سے کوئی ایک جملہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا جو تشدد پر اکسانے والا ہو

معروف اخباری کالم نگار خورشید ندیم کے الزامی کالم کے جواب میں
ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی ایوب بیگ مرزا کی گزارشات

محترم و مکرم جناب خورشید ندیم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں آپ کے کالم کا اکثر مطالعہ کرتا ہوں اور بہت سے معاملات میں شدید اختلاف کے باوجود ایک دانشور کی حیثیت سے آپ کا بہت احترام کرتا ہوں۔ میرا نکتہ نظر یہ تھا کہ ہر نوع کا اختلاف اپنی جگہ لیکن آپ دیانت داری سے وہ کچھ لکھتے ہیں جو جانتے اور سمجھتے ہیں لیکن آپ کے کالم ''دو نہیں تین'' میں یہ بات پڑھ کر بہت افسوس اور ذہنی کوفت ہوئی کہ...... ''اصلاً پاکستان میں تین نقطہ ہائے نظر ہیں: ایک مذہبی انتہا پسند' دوسرا سیکولر انتہا پسند اور تیسرا اعتدال پسند۔ مذہبی انتہا پسند بلاشبہ غیر جمہوری ہے اور کسی روشن خیالی کو قبول نہیں کرتا۔ وہ خود کو حق پر سمجھتا ہے اور یہ مان کر دینے کے لیے آمادہ نہیں کہ دین کی کوئی دوسری تعبیر بھی ممکن ہے۔ وہ تشدد کے راستے تبدیلی کو درست قرار دیتا ہے۔ ہمارے محترم ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم اس کے قائل تھے۔ طالبان تو معلوم ہی ہیں۔ اس کے علاوہ خلافت کا آوازہ لگانے والے بھی اس کو جائز سمجھتے ہیں''...... وقتی طور پر میں نے اخبار کو ایک طرف رکھ دیا اور کافی دیر تک حواس کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرتا رہا اور حیرت میں گم رہا کہ کیا ہمارے ہاں کوئی مفکر' کوئی دانشور' کوئی لکھاری ایسا نہیں رہا جو جھوٹ اور افترا پردازی سے بچ رہا ہو، جو اپنے کالم کی ریٹنگ بڑھانے کے لیے یا اپنے قد میں اضافے کی خاطر کسی بڑے انسان پر الزام تراشی غیر اخلاقی سمجھے۔

محترم خورشید ندیم صاحب! جب کوئی مہذب انسان کسی عظیم شخصیت پر کوئی الزام لگائے تو اس الزام کی پشت پر کوئی ایک دلیل کوئی ایک شہادت کہنے کو کوئی ایک جھوٹی سچی بات تو ہو جسے اس نے الزام تراشی کی بنیاد بنایا ہو۔

محترم خورشید ندیم صاحب! اگرچہ میں عمر میں آپ سے بڑا ہوں لیکن چونکہ فہم و فراست، عقل و دانش اور علم و تدبر کے حوالہ سے آپ کے سامنے ایک طفل مکتب کی حیثیت رکھتا ہوں، لہٰذا چیلنج کا لفظ تو استعمال نہیں کرتا بلکہ آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ ''کیا آپ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی سینکڑوں تقاریر اور تحاریر سے یا کسی انٹرویو سے ایک جملہ بھی ایسا نکال سکتے ہیں جو کسی فرد کو (خواہ وہ عام مسلمان ہو یا ان کی جماعت کا کارکن) تشدد پر اکسانے والا ہو۔ ایک ایسا انسان جو سامعین اور قارئین کے سامنے بارہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کو دہرا چکا ہو کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو اس کے سامنے دوسرا گال کر دو۔ جو مہاتما گاندھی کی بے شمار خباثتوں کے باوجود اس کے عدم تشدد کے فلسفہ کو سراہتا ہو۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''ہندوستان چھوڑ دو'' کی اتنی عظیم تحریک کو صرف اس لیے ختم کر دینا کہ چورا چوری کے مقام پر ایک مجمع نے مشتعل ہو کر تھانے کو جلا دیا، جس سے بہت سے سپاہی ہلاک ہو گئے۔ مہاتما گاندھی کا یہ قدم انتہائی قابل تحسین تھا۔ ایسے خیالات کے حامل شخص کے بارے میں محض عبارت میں رنگ بھرنے کی خاطر یہ کہہ دینا کہ ''وہ تشدد کے راستے کو درست قرار دیتے تھے'' انتہائی تکلیف دہ ہے۔

آپ کی ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے ایک ملاقات میں راقم بھی موجود تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کسی پچھلی ملاقات کا حوالہ دیتے ہوئے آپ سے پوچھا کہ انہوں نے آپ کو جو چند کتابیں دی تھیں کیا آپ نے وہ پڑھ لی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں کوئی کتاب نہیں پڑھ سکا۔ بعدازاں گفتگو میں آپ نے ان ہی کتابوں میں سے بعض مقامات کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا اور حوالہ دیا۔ اس پر ڈاکٹر صاحب مسکراتے رہے اور میں حیرت سے آپ کا منہ تکتا رہا۔ اس واقعہ کا ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ نے یقیناً منہج انقلاب نبویؐ کا بھی تفصیلی مطالعہ کیا ہوگا۔ اور شاید انقلاب کے آخری مرحلے کو آپ گھسیٹ کر زبردستی تشدد آمیز طرز عمل ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اسلامی انقلاب کے آخری مرحلہ کو ڈاکٹر اسرار احمدؒ اگرچہ تصادم کا مرحلہ قرار دیتے ہیں، لیکن وہ واضح کرتے ہیں کہ یہ تصادم حکومت کے ساتھ کھلی دوطرفہ جنگ نہیں ہو گی بلکہ یکطرفہ تصادم ہوگا۔ ایک بڑی تعداد میں منظم کارکن جو اپنی ذات اور اپنے اہل خانہ پر اسلام نافذ کر چکے ہوں میدان میں نکلیں گے۔ وہ مکمل طور پر غیر مسلح ہوں گے اور باطل نظام کے خلاف وہی انداز اپنائیں گے جو آج کے جمہوری دور میں یورپ و امریکہ میں اپنے مطالبات منوانے کے لیے اپنایا جاتا ہے۔ یعنی مثلاً جلسہ' جلوس' مظاہرہ اور محاصرہ وغیرہ۔ اس ضمن میں خاص طور پر occupy wall street کے نام سے چلنے والی تحریک کا مطالعہ آپ کے لیے مفید رہے گا۔ مرعوبیت کی انتہا یہ ہے کہ یورپ و امریکہ میں یہ سب کچھ ہو تو تمدن و تہذیب کی معراج قرار پائے اور ایک مسلمان اپنے نبی ﷺ کے نظام کے قیام کے لیے یہ کچھ کرے تو متشدد ہونے کا طعنہ سنے اور وہ بھی اپنوں سے۔

میں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان جیسے ملک میں (جس کی 95 فیصد آبادی مسلمان ہو اور جس کے قیام کا جواز اسلام بتایا جاتا ہو) اگر اسلامی انقلاب کا راستہ مسلمان حکمران ہی روک رہے ہوں اور اسلام بحیثیت نظام نافذ نہ ہو وہاں اسلامی نظام کے قیام کے لیے یہ اجتہاد جو آخری مرحلہ پر ہم تجویز کرتے ہیں' ناگزیر نظر آتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ڈاکٹر صاحب اسلام کو ایک دفاعی اور مدافعتی دین سمجھتے تھے۔ اسلام بحیثیت دین بمقابلہ کفار کوئی دفاعی یا مدافعتی دین نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کی سنت یہ ہے کہ آگے بڑھ کر باطل کا سر کچل دو۔ خورشید ندیم صاحب! یہ وقت بتائے گا کہ ان شاء اللہ تبدیلی کا یہی

راستہ بہترین اور درست راستہ ہے جو ڈاکٹر اسرار احمدؒ منہج انقلاب نبوی میں بیان کرتے ہیں۔ اب تو انتخابات میں حصہ لینے والی مذہبی جماعتیں خصوصاً ان کے کارکن یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اسلام انتخابات کے راستے سے کبھی نہیں آئے گا، ہمیں انتخابی طریق پر نظر ثانی کرنا ہوگی۔ رہے طالبان پاکستان تو ہم سمجھتے ہیں کہ اپنی ریاست، اپنے مسلمان حکمرانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانا درست نہیں، اگرچہ خصوصی حالات میں فقہ حنفیہ اس کی اجازت دیتی ہے۔ جہاں تک تبلیغی بھائیوں کا تعلق ہے کہ جب اکثریت نیک ہوجائے گی تو تبدیلی خودبخود ہوجائے گی اور اگر میں غلط نہیں سمجھتا آپ بھی آج کل اسی فکر کے حامل ہیں تو محترم عرض ہے کہ انسانی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں۔ آدم علیہ السلام تا ایں دم کسی معاشرے میں محض دعوت و تبلیغ سے انقلاب نہیں آیا۔ حضور ﷺ سے بڑا کون داعی اور مبلغ ہوگا۔ وقت آنے پر آپ ؐ کو بھی کفار کے خلاف تلوار اٹھانی پڑی۔ لہٰذا عقلی سطح پر بھی انقلاب کے لیے وہی راستہ بچتا ہے جس کا آئیڈیا ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے پیش کیا تھا اور جسے آج تنظیم اسلامی لے کر چل رہی ہے۔

محترم خورشید ندیم صاحب! میں یہ جرأت تو نہیں کر سکتا کہ میرے خط کو آپ اپنے کالم میں شائع کریں لیکن جو بے بنیاد الزام ڈاکٹر اسرار احمدؒ پر آپ کے کالم میں لگا ہے، اسی کالم میں اس کی تردید آپ کا اخلاقی فرض ہے۔

ایک آخری گزارش کرتا چلوں، خلافت کا ذکر جس انداز میں آپ نے کیا ہے ”خلافت کا آوازہ لگانے والے“ اس پر میں یہ تبصرہ تو نہیں کروں گا کہ یہ خلافت سے اظہار نفرت ہے، تاہم یہ بہرحال اپنے اسلاف کے نظام سے اکتاہٹ اور بیزاری کا اظہار تو ہے۔

والسلام

مرزا ایوب بیگ
مرکزی ناظم نشرواشاعت تنظیم اسلامی
قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور

☆☆☆

ضرورت رشتہ

ملتان میں رہائش پذیر گھریلو امور کی ماہر ایف اے پاس 35 سالہ خاتون کے لیے دیندار گھرانے سے پڑھے لکھے برسرروزگار شخص کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0314-6111722

بقیہ: اداریہ

لہٰذا امریکہ اگر 2014ء میں افغانستان سے نہیں جاتا تو 2015ء میں زیادہ ذلیل وخوار ہوکر جائے گا اور بالآخر افغان طالبان فتح سے ہمکنار ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔ تحریک طالبان پاکستان کا معاملہ سراسر مختلف ہے۔ یہاں اپنے مسلمان بھائی حکمران ہیں جو اگرچہ اسلام کا نظامِ عدل اجتماعی نافذ نہ کرکے اپنی دینی ذمہ داری سے انحراف کررہے ہیں اور آئین پاکستان کی بھی سنگین خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اگر آپ انہیں اس حوالہ سے منافق بھی قرار دیتے ہیں (اگرچہ ہم سمجھتے ہیں کہ کسی مسلمان کا اپنے تئیں طے کرلینا کہ فلاں منافق ہے شرعاً درست نہیں۔ البتہ کسی عمل کو منافقانہ عمل قرار دیا جاسکتا ہے) تب بھی سنت سے یہ ثابت نہیں کہ منافقوں کے خلاف قتال کیا گیا ہو۔ ہر مخلص مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے مسلمان بھائی کو اسلام کی راہ یعنی صراطِ مستقیم دکھائے' اسے اس راہ پر گامزن کرنے کے لیے زبان اور ذاتی عمل سے کوشش کرے، اس کے لیے دعا کرے، وہ قرآن اور سنت کی تعلیمات کو عام کرے۔ یہ کوشش ذاتی سطح پر بھی کرے اور اس کے لیے اجتماعیت بھی قائم کرے۔ ایسی اجتماعیت جوان لوگوں پر مشتمل ہو جنہوں نے اسلام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا ہو۔ اور اس اجتماعیت کو یہ بات سمجھنا ہوگی کہ آج کی ریاستی قوت کو حکمت عملی سے پچھاڑنا ہوگا۔ ایف 16 طیاروں، ٹینکوں اور میزائل کے جدید ترین نظام کو کلاشنکوف' راکٹ' گرنیڈ بموں سے تباہ کرنا ممکن نہیں۔ خانہ خدا میں بتوں کی موجودگی کی تکلیف آپ ﷺ سے زیادہ کس کو ہوگی، لیکن آپؐ نے مناسب وقت آنے تک اسے برداشت کیا۔ ہمیں بھی فی الحال، برداشت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ پھر یہ کہ پاکستان میں معاملہ گڈمڈ ہے۔ یہ بھی تو سوچیے کہ اگر تحریک طالبان پاکستان کے حملوں سے اگر ایک ایسا کلمہ گو بھی شہید ہوجاتا ہے جس کا حکومتی اور عسکری اداروں سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ ہو بلکہ وہ خود پاکستان میں اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کی خواہش رکھتا ہو۔ خدارا سوچیے، روزِ قیامت آپ اس کا کیا جواب دیں گے کہ جب کلمہ طیبہ ایک مدعی کی حیثیت سے آپ کے سامنے ہوگا۔

کیا تحریک طالبان پاکستان کے ہمارے بھائی ہمیں سمجھا سکتے ہیں کہ جدید تاریخ میں کبھی کسی ملک کے ایک گوشے میں چند ہزار افراد نے ہتھیار اٹھا کر کسی غیر ملکی قوت کی مدد کے بغیر ریاست پر قبضہ کرلیا ہو۔ آج صرف عالمی قوتیں ہی نہیں پاکستان کی تمام ہمسایہ ریاستیں بشمول ایران' چین اور روس آپ کی دشمنی میں متحد اور متفق ہیں۔ آپ کو شریعت کے نفاذ کے حوالہ سے اپنی جدوجہد کا آغاز عوام کی تعلیم وتربیت سے کرنا ہوگا۔ لوگ شریعت کو بطور مجبوری نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے قبول کریں، وہ سمجھیں کہ اسلامی نظام کے قیام میں ہی ان کی دنیوی اور اُخروی کامیابی کا راز ہے۔ پھر اس عوامی قوت کے ساتھ جس نے قلبی یقین سے شریعت کو قبول کیا ہوگا، آپ افغانستان اور پاکستان کے سماجی اور معاشرتی فرق کو سمجھ کر اپنی جدوجہد کریں۔ یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ افغان کبھی براہِ راست غلام نہیں رہے۔ مختلف محاذوں پر مختلف انداز میں جنگ لڑی جاتی ہے۔ عرب میں کبھی خندق کھود کر دشمن کا راستہ نہیں روکا گیا تھا، لیکن غزوہَ احزاب میں یہ انداز جنگ اپنا کر نبی اکرم ﷺ نے دشمن کو بغیر جنگ کے بھگا دیا۔ اسلامی نظام کے قیام کے حوالے سے ہمیں اپنی سٹریٹیجی پاکستان کے حالات کے مطابق طے کرنا ہوگی۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے جو تجاویز آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں، تنظیم اسلامی انہی خطوط پر پاکستان میں اسلام کا نظامِ عدل اجتماعی کے قیام کے لیے کوشاں ہے۔ اللہ نے اپنے انبیاء اور رسل سے خطاب فرماتے ہوئے کہا ہے کہ تمہارا کام حق کا ابلاغ ہے تم ان پر نگران یا داروغہ نہیں ہو۔ ہم نے یہ کیوں طے کرلیا ہے کہ اگر پاکستان میں شریعت نافذ نہیں ہوتی تو ہم یا مرجائیں گے یا ماردیں گے۔ ہمارا دینی فریضہ یہ ہے کہ ہم پاکستان میں نفاذِ شریعت اور مکمل اسلامی نظام کے قیام کے لیے تن من دھن کی بازی لگادیں۔ نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہم پر جدوجہد فرض ہے۔ اسے نتیجہ خیز بنانا نہ ہمارا فرض ہے، نہ ہمارے اختیار میں ہے۔ ہمیں اللہ کی عدالت سے یہ سند ملنی چاہیے کہ ہاں تم نے اپنی سی کوشش کی تھی اور کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ سمیت تمام اسلامی قوتوں کو پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے لیے ہتھیار اٹھانے کی بجائے یا ووٹ کی پرچی کے ہاتھوں ذلیل ہونے کی بجائے یہ منہج اختیار کرنا ہوگا۔ کفار سے نبردآزما ہونے اور مسلمانوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے ایک ہی طریقہ اختیار کرنا غلط ہوگا۔ ہماری رائے میں بیلٹ اور بلٹ دونوں مسلمانوں کے لیے ضرررساں ہیں۔ تنظیم اسلامی آج کے جلتے ہوئے پاکستان کو راکھ ہونے سے بچانے کے لیے اسی منہج کو درست سمجھتی ہے، البتہ اپنا سینہ کشادہ رکھے ہوئے ہے اور ہر اس منہج کو غوروخوض کے بعد اختیار کرنے کو تیار ہے جس سے پاکستان اسلامی فلاحی ریاست بن سکے۔ اللہ رب العزت تمام اسلامی قوتوں کو ہمت' صبر' برداشت اور حوصلہ عطا فرمائے کہ وہ اسلام دشمن قوتوں کی سازشوں کو سمجھ سکیں۔ اور ان کی مکروہ چالوں کو ناکام بناسکیں' آمین یارب العالمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام......رفقائے تنظیم اسلامی کے نام

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محترم رفقائے تنظیم اسلامی ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میں اِس سالانہ اجتماع میں تشریف آوری پر اپنی اور مرکزی ذمہ داران کی جانب سے تمام واجب الاحترام رفقاء واحباب کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ آپ سب کو تنظیم اسلامی کے کُل پاکستان اجتماع کا انعقاد مبارک ہو! اللہ تعالیٰ آپ سب کی یہاں آمد کو قبول فرمائے اور اجتماع میں شرکت کو باعثِ سعادت و برکت بنائے۔ آمین!

اھلاً و سھلاً و مرحباً۔

الحمدللہ! تنظیم اسلامی کا یہ کُل پاکستان اجتماع تیسری بار شہر بہاولپور کے مضافات میں دریائے ستلج کی گزرگاہ سے ملحق ایک کھلے میدان میں منعقد ہو رہا ہے۔ کسی بھی نظریاتی جماعت کے لیے اُس کے سالانہ اجتماع کا انعقاد کئی اعتبارات سے اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ یہ تحریکی فکر کی تازگی کا ذریعہ بنتا ہے، جماعت کے منہج اور لائحہ عمل کی یاددہانی اور اُس پر چلتے رہنے کا عزم عطا کرتا ہے، دینی فرائض پر عمل کے جذبہ کو بیدار ہی نہیں کرتا بلکہ جلا بھی بخشتا ہے، انفرادی واجتماعی معاملاتِ زندگی کے لیے ہدایات کے حصول کا موقع فراہم کرتا ہے اور اِس سے پوری تنظیم کے قریب اور دور دراز سے آئے ہوئے رفقاء سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ پھر رب کی رضا کے حصول کے طلب گار ہم مقصد لوگوں کا ایک ساتھ جمع ہونا وہ روحانی تاثیر رکھتا ہے جسے محسوس تو کیا جا سکتا ہے لیکن الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میری دعا ہے کہ اِس اجتماع کی تاثیر آپ کی روح کے تاروں کو کچھ اس طرح چھیڑے کہ نہ صرف آپ کے ذہنوں کو فکری آسودگی ملے بلکہ دل بھی گرما جائیں، نہ صرف جذبات کو جلا حاصل ہو بلکہ عمل کے لیے مصمم ارادہ بھی پیدا ہو جائے۔ آمین!

محترم رفقاء و احباب! بطور یاددہانی عرض ہے کہ آج ہم ایسے حالات کا سامنا کر رہے ہیں جب دجالی قوتیں اپنے ابلیسی مشن کو بڑھانے، اسلام اور اس کی اقدار کو مٹانے اور ملک خداداد پاکستان کے حصے بخرے کرنے میں بظاہر کامیاب ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ وہ اپنے ناپاک ایجنڈے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے بھرپور طور پر سرگرم عمل ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ نائن الیون کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف امریکہ کی قیادت میں عالمی صلیبی جنگ کا ہراول دستہ بن کر ہم نے بحیثیت قوم ایک جرم عظیم کا ارتکاب کیا تھا۔ اِس جرم کے خوفناک نتائج وعواقب سامنے آ چکے ہیں۔ امریکہ نے افغانستان میں ہمارے تعاون سے جنگ کی جو آگ بھڑکائی تھی، اُس کے شعلے پاکستان کے دامن تک پہنچ کر اِس کے پیرہن کو مسلسل خاکستر کر رہے ہیں۔ امریکہ کے غلام اور اُس کے در کے بھکاری بن کر ہم نے اُس کے دباؤ کے تحت ہر وہ کام کیا ہے جس نے ہمارے جسدِ ملی کو کمزور کیا۔ عوام اور فوج کے درمیان نفرت کی خلیج حائل ہوئی جو ملک وقوم کا شیرازہ بکھیرنے کا موجب بن سکتی ہے۔ ہم نے تخریب کاروں کی بیخ کنی کی آڑ میں بعض ناپسندیدہ عناصر کے ساتھ ساتھ اپنے ہی نہتے شہریوں، بے گناہ عوام اور دین وشریعت کے وفاداروں کو خاک وخون میں غلطاں کر کے گویا امریکی آستانے پر بے گناہوں کے خون کا نذرانہ پیش کیا۔ اِس طرح ہم نے نہ صرف ملک کو خانہ جنگی کی طرف دھکیلا بلکہ اپنے ازلی دشمن بھارت کے لیے بھی موقع فراہم کر دیا کہ وہ سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد ایک بار پھر ہماری اس داخلی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر مسلمانانِ برصغیر سے اپنی ہزار سالہ غلامی کا بدلہ چکائے۔ آج پاکستان کے دشمنوں کے ہاں خوشیوں کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں۔ اُنہیں پاکستان کے حصے بخرے کرنے کے ناپاک عزائم کی تکمیل کا وقت اب بہت قریب دکھائی دے رہا ہے۔

''علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی'' کے مصداق، پاکستان کے بچاؤ کا واحد راستہ وہی ہے جس کی طرف تنظیم اسلامی گزشتہ 39 برس سے قوم کو متوجہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ راستہ ہے اجتماعی توبہ، قومی سطح پر قبلے کی درستگی اور ملک خداداد پاکستان میں اللہ تعالیٰ کے دینِ کامل کے غلبہ وقیام کے لیے سردھڑ کی بازی لگانے کا راستہ۔ غلبہ واقامتِ دین کی اجتماعی جدوجہد کی طرف قوم کا ایک قابلِ ذکر حصہ اگر متوجہ ہو جائے تو ہم رب کی رحمت ونصرت کے امیدوار اور کسی درجہ میں حقدار بن سکیں گے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ پاکستان کا استحکام ہی نہیں، اِس کی بقا بھی صرف اور صرف اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ پاکستان میں دینِ حق کا قیام اور قرآن و سنت کی مکمل بالادستی ہی اُسے اسلام کا ایک ایسا مضبوط قلعہ بنا سکتی ہے جو ان شاء اللہ بالآخر آئندہ افغانستان کی اسلامی حکومت کے ساتھ مل کر عالمی غلبۂ اسلام کی راہ ہموار کرے گا اور اس طرح بانی تنظیم اسلامیؒ کے دیرینہ خواب کی تعبیر ثابت ہوگا۔ گویا غلبہ واقامتِ دین کی جدوجہد ہمارا بنیادی دینی فریضہ تو ہے ہی جس کی مخلصانہ ادائیگی پر ہماری اُخروی نجات وفلاح کا دارومدار ہے، پاکستان کی بقا کے لیے بھی ایک ناگزیر ضرورت کی حیثیت رکھتی ہے۔

الحمدللہ! افغانستان میں اللہ تعالیٰ کے مٹھی بھر وفاداروں نے بالکل نہتے اور بے سروسامان ہونے کے باوجود نصرتِ خداوندی پر بھروسہ کیا اور عالمی دجالی قوتوں کو عبرتناک ہزیمت سے دوچار کیا۔ بلاشبہ اُن جواں مردوں نے عزیمت کی نئی تاریخ رقم کی ہے۔ اُن سے ایمان وتوکل کا سبق سیکھتے ہوئے ہمیں بھی پاکستان میں اقامتِ دین اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد کو تیز تر کرنا ہوگا۔ اپنے ایمان ویقین میں

اضافے کی شعوری کوشش کے ساتھ ساتھ رب کی بندگی اور وفاداری کے امتحان میں پورا اترنے کا عزم کرنا ہوگا۔ اپنے نفس اور شیطان کے خلاف جہد مسلسل کے ساتھ ساتھ باطل افکار ونظریات کے خلاف علمی وفکری جہاد اور باطل قوتوں سے پنجہ آزمائی کے لیے ہردم آمادۂ عمل رہنا ہوگا۔ اِس انقلابی جدوجہد کے ناگزیر تقاضے کے طور پر تنظیم کے نظم کے ساتھ مضبوطی سے جڑے رہنے کے ساتھ ساتھ رب کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا اور تعلق مع اللہ کو بھی مسلسل بڑھانا ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِھٰذَا (آمین!)

الحمدللہ! ہم وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے ہمارے مقصدِ تخلیق یعنی اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ اپنے دین یعنی اسلام اور اِس کے تقاضوں کا ایک ایسا واضح اور جامع شعور بخشا ہے جو قرآن وسنت کے براہین پر مبنی ہے۔ آیئے اس اجتماع کے ذریعہ اپنے اس سبق کو پھر سے تازہ کریں کہ:

☆ ہمارا منتہائے مقصود اور حقیقی نصب العین، رضائے رب کا حصول ہے، جس کے نتیجے میں نہ صرف آخرت کے ابدی خسارے اور عذاب الیم سے نجات ملے گی بلکہ بفضلہٖ تعالیٰ جنت میں داخلہ بھی مل جائے گا، وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ!

☆ یہ دنیا جس میں ہم اپنی زندگی کے سانس پورے کر رہے ہیں، ہماری منزل نہیں بلکہ ایک عارضی قیام گاہ ہے۔ یہ اصلاً امتحان گاہ ہے۔ بقول اقبالؒ ؎

قلزمِ ہستی سے تو اُبھرا ہے مانندِ حباب اِس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی!

اس امتحان کے نتیجہ کا اعلان میدان حشر میں ہوگا۔ آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے، جو ابدی ہے۔ امتحان کے نتیجہ کی بنیاد پر انسان ابدی زندگی میں کامیاب یا ناکام قرار پائے گا اور جنت یا دوزخ میں داخلے کا حق دار ٹھہرے گا۔

☆ آخرت میں کامیابی اُنہی کو ملے گی جن سے رب راضی ہوگا۔ رب کی رضا کے حصول کے لیے ہمیں نہ صرف ایمان کا نور اپنے باطن میں پیدا کرنا ہوگا بلکہ اپنے عمل سے رب کی بندگی اور وفاداری کا ثبوت بھی فراہم کرنا ہوگا۔ رب کی بندگی کا تقاضا پورا کرنے کی خاطر ہمیں زندگی کے ہر معاملے میں اللہ جل شانہٗ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر کاربند رہنا ہوگا۔ جب کہ رب سے وفاداری کا تقاضا ادا کرنے کے لیے ہمیں اللہ کے کلمے کی سربلندی، دین و شریعت کے قیام ونفاذ اور باطل وطاغوتی قوتوں سے پنجہ آزمائی کرنے کی غرض سے حزب اللہ کی صورت میں اجتماعی زندگی اختیار کرنا ہوگی۔ پھر اس راہ میں اپنی جان قربان کرنے کے جذبہ کے ساتھ ہردم آمادۂ عمل رہنا ہوگا۔

ان شاء اللہ! سالانہ اجتماع میں شرکت نہ صرف اپنے اِس سبق کے اعادے اور تنظیمی فکر کی تازگی کا ذریعہ بنے گی بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ ہم اک ولولۂ تازہ کے ساتھ اجتماع گاہ سے رخصت ہوں گے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی (آمین!)

احقر عاکف سعید عفی عنہ

شرکاء اجتماع کے لیے عمومی ہدایات

1۔ اجتماع کے دوران اپنے تمام معاملات کے لیے احکامِ باری تعالیٰ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو پیشِ نظر رکھیں۔

2۔ اجتماع کے دوران آتے جاتے ہوئے سلام کرنے کو اپنا معمول بنائیں، نیز ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملیں۔

3۔ فارغ اوقات کو تلاوتِ قرآنِ مجید، اذکارِ مسنونہ کے ورد اور باہمی تعارف کے حصول کے ذریعے اپنے اور اجتماع کے لیے موجب خیر وبرکت بنائیں۔

4۔ اجتماع کے تمام پروگراموں میں پوری دلچسپی کے ساتھ حصولِ علم اور طلبِ ہدایت کی نیت سے شریک ہوں اور اجتماع کے کسی بھی پروگرام پر دیگر ضمنی کاموں کو ترجیح نہ دیں، تاکہ جس مقصد کے لیے آپ تشریف لائے ہیں وہ بھرپور طریقے سے پورا ہوسکے۔

5۔ دورانِ اجتماع ملحوظِ خاطر رکھے جانے والے آداب کو ملحوظ رکھیں۔

6۔ اجتماع کے ماحول کو شائستہ رکھنے کے لیے ایسا کوئی کام نہ کیجیے جو کسی دوسرے ساتھی کے لیے باعثِ تکلیف ہو۔

7۔ اجتماع کے ذمہ داران سے بھرپور تعاون کریں۔ دیئے گئے کتابچے میں ہر شعبے کے متعلق مخصوص ہدایات کو توجہ سے پڑھیں اور اُن پر عمل کریں۔

8۔ طبی امداد کے لیے جگہ مختص کی گئی ہے۔ وقفے اور آرام کے اوقات کے دوران ان شاء اللہ ڈاکٹر حضرات موجود ہوں گے۔

9۔ مشتبہ سامان، بیگ، پارسل کے بارے میں ناظم اجتماع/سیکیورٹی کو اطلاع دیں۔

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

تنظیم اسلامی کی جدوجہد

اسوۂ نبویؐ کی روشنی میں

انجینئر حافظ نوید احمد

بفضلہ تعالیٰ تنظیم اسلامی نے اقامتِ دین کے لیے اپنی جدوجہد کا آغاز مارچ 1975ء میں کیا۔ ہماری یہ جدوجہد سیرت نبوی ﷺ سے ماخوذ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (الاحزاب: 21)

''یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ کی ذات مبارکہ میں بہترین نمونہ ہے اُس کے لیے جو طلب گار ہے اللہ کی رضا اور آخرت کے دن کی فلاح کا اور جو اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔''

اسوۂ رسول اکرم ﷺ کی روشنی میں اقامتِ دین کی جدوجہد چھ مراحل پر مشتمل ہے۔ اِس کی ابتدا دعوت کے مرحلہ سے ہوتی ہے اور اِس کی انتہا تصادم کا مرحلہ ہے۔

1۔ دعوت:

قرآنِ کریم کے ذریعہ دعوت اقامتِ دین کی جدوجہد کا پہلا مرحلہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ ۖ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ﴾ (الشوریٰ: 15)

''پس اے نبیؐ! آپؐ اسی کی دعوت دیجیے اور ڈٹے رہیں جیسا کہ آپؐ کو حکم دیا گیا ہے اور اُن کی خواہشات کی پیروی مت کیجیے۔''

الحمدللہ! 38 برس سے تنظیم اسلامی دروسِ قرآن، محافلِ ترجمۂ قرآن، مختلف موضوعات قرآنی پر خطابات اور تحریروں کے ذریعہ اقامتِ دین کی دعوت دے رہی ہے۔

2۔ تنظیم:

سیرت مطہرہ ﷺ کی روشنی میں اسلامی انقلاب کا دوسرا مرحلہ دعوت قبول کرنے والوں کو سمع وطاعت کے نظم کا خوگر بنانا ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (التغابن: 16)

''تو اللہ کی نافرمانی سے بچو اپنی امکانی حد تک، سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو مال اپنے ہی بھلے کو اور جو کوئی بھی بچالیا گیا جی کے لالچ سے، پس وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

الحمدللہ! ایک ایسے دور میں جبکہ مغربی جمہوریت کا تصور ذہنوں میں چھایا ہوا ہے، تنظیم نے اپنا نظم بیعت سمع وطاعت کی منصوص ومسنون و ماثور اساس پر قائم کیا اور وہ مشاورت کا ماحول برقرار رکھتے ہوئے اِس پر کاربند ہے۔ اِس نظم کے تحت آج صرف پاکستان میں تنظیم کے 18 حلقہ جات اور سو سے زائد مقامی تنظیم قائم ہیں۔

3۔ تربیت:

نظم کے ساتھ منسلک ہونے والوں کی ایسی تربیت کرنا کہ اُن میں اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح کو نصب العین بناتے ہوئے، نظم کے تحت اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے مال، جان اور ہر خواہش کو قربان کرنے کا جذبہ بڑھتا چلا جائے۔ گویا وہ کسی درجہ میں حسب ذیل اوصاف کی عملی مثال پیش کرنے لگیں کہ:

﴿يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾ (المائدۃ: 54)

''اللہ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ مومنوں کے حق میں بہت ہی نرم ہیں اور کافروں کے مقابلے میں انتہائی سخت۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتے۔''

الحمدللہ! تنظیم میں اب کئی ایسے ساتھی موجود ہیں جن کی زندگیوں کا پورا رُخ دین کی طرف تبدیل ہوگیا۔ کئی ایسے ساتھی ہیں جنہوں نے اپنی معاش کو حرام کے عنصر سے پاک کیا اور کم وسائل پر اپنی گذر اوقات استوار کی۔ بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے دنیاوی ترقی کے اعلیٰ مواقع کو قربان کرکے کم تر معیارِ زندگی پر قناعت کرتے ہوئے اپنی صلاحیتیں دین کی خدمت کے لیے وقف کردیں۔ گویا اُنہوں نے عملی ثبوت دیا کہ وقت آنے پر وہ دین کی سربلندی کہ لیے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔

4۔ صبر محض:

جب تک ظالمانہ نظام کے خاتمہ کے لیے مناسب قوت میسر نہ آئے ہر مخالفت اور تشدد کو اپنے موقف پر استقامت اختیار کرتے ہوئے برداشت کیا جائے اور برائی کے جواب میں مخالفین کے ساتھ بھلائی کی جائے:

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ (حم السجدۃ: 34)

''نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتیں۔ تم برائی کا جواب بھلائی کے ساتھ دو۔ پھر وہ شخص کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسے ہوجائے گا جیسے کہ گرم جوش دوست۔''

تنظیم کی افرادی قوت ابھی اس قابل نہیں کہ نظام باطل اُسے اپنے لیے خطرہ سمجھے اور اس کے خلاف کوئی آپریشن کرے۔ البتہ تنظیم کے بانی کے خلاف کردار کشی کی مہمات میڈیا اور انٹرنیٹ کے ذریعہ چلائی گئیں۔ الحمدللہ! تنظیم نے ردِعمل کے طور پر کسی غیر اخلاقی طرز عمل کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ الزامات و اعتراضات کا شائستگی کے ساتھ جواب دیا۔

5۔ اقدام:

مناسب قوت فراہم ہونے پر ظلم و استحصال کو ہاتھ سے روکنا انقلابی جدوجہد کا پانچوں مرحلہ ہے۔ سیرت مطہرہ میں اس مرحلہ کا آغاز ہجرت کے بعد ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ (الحج: 39)

''اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو کہ جن کے ساتھ لڑائی کی جاتی تھی اس لیے کہ ان کے اوپر ظلم کیا گیا تھا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر پر قادر ہے۔''

ہماری جدوجہد ابھی اس مرحلہ پر نہیں پہنچی کہ ہم نظام باطل کے خلاف اقدام کرسکیں۔ البتہ جب مناسب

قوت فراہم ہوگئی تو یہ اقدام منکرات کے خلاف پُرامن مظاہروں' گھیراؤ اور سول نافرمانی کی صورت میں کیا جائے ہوگا۔

6. مسلح تصادم :

اقدام کے ردِّعمل کے طور پر رائج نظام پوری قوت کے ساتھ انقلابی تحریک کو کچلنے کے لیے میدان میں آئے گا اور اب مسلح تصادم کا مرحلہ شروع ہوجائے گا:

﴿وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَھُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

(البقرۃ : 217)

''اور (اے مسلمانو!) یہ تو تم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ تمہیں پلٹا دیں تمہارے دین سے اگر وہ اِس کی استطاعت رکھیں اور جو کوئی بھی تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا اور مرا اِس حال میں کہ وہ کافر ہی تھا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اُن کے سارے اعمال ضائع ہوگئے دنیا اور آخرت میں اور یہی لوگ جہنم والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔''

دورِ نبویؐ میں مسلح تصادم کا مرحلہ غزوۂ بدر سے شروع ہوا اور فتح مکہ تک جاری رہا۔

تنظیم اسلامی پہلے چار مراحل پر کام کرتے ہوئے قدم بقدم آگے بڑھ رہی ہے، البتہ پانچویں اور چھٹے مرحلہ کا ابھی موقع نہیں آیا۔

دورِ نبوی ﷺ سے اگر موازنہ کریں تو قتال فی سبیل اللہ کے حوالے سے دورِ حاضر میں دو مشکلات پیدا ہوچکی ہیں:

i۔ نظام باطل کے محافظ آج کلمہ گو مسلمان ہیں۔ ایک مسلمان کی جان کے احترام پر قرآن وحدیث میں انتہائی زور دیا گیا ہے۔ لہٰذا مسلمان حکمرانوں کے خلاف مسلح تصادم کا آغاز بلاشبہ ایک نازک معاملہ ہے۔

ii۔ نظام باطل کے محافظین اور انقلابی تحریک کے کارکنوں کے درمیان عسکری تربیت، مہارت اور وسائل واسباب کے اعتبار سے بھی بہت بڑا فرق واقعہ ہوچکا ہے۔ اس اعتبار سے فی زمانہ انقلابی تحریک کا نظام باطل کے محافظین سے مسلح تصادم میں کامیابی کا امکان نظر نہیں آتا۔

مسلمان حکمرانوں کے خلاف خروج (یعنی مسلح جدوجہد کے حوالے سے فقہاء میں اختلاف ہے۔ دورِ خلافتِ راشدہ کے بعد جب خلافت ملوکیت میں تبدیل ہوئی تو نظام حکومت کی اصلاح کے لیے خروج کی مثالیں سامنے آئیں۔ اِن مثالوں میں نمایاں ترین مثالیں حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ہیں۔ واقعۂ کربلا اور واقعۂ حرہ میں افسوسناک جانی نقصان ہوا اور مقامات مقدسہ کی حرمت بھی پامال ہوئی لیکن نظام حکومت ملوکیت ہی کا رہا۔ یہی معاملہ حضرت زید بن علیؒ اور حضرت نفسِ ذکیہؒ کے خروج کا ہوا۔ اب فقہاء میں مسلمان حکمرانوں کے خلاف خروج کے حوالے سے اختلاف رائے سامنے آیا۔ بعض نے اِسے ناجائز قرار دیا اور بعض نے چند شرائط کے ساتھ اِس کے جواز کے حق میں رائے دی۔

تنظیم اسلامی اُن فقہاء کی رائے سے اتفاق نہیں کرتی جو مسلمان حکمرانوں کے خلاف خروج کو جائز قرار نہیں دیتے۔ ہمیں اُن فقہاء کی رائے سے اتفاق ہے جو ایسے مسلمان حکمرانوں کے خلاف جو شریعت کے واضح احکامات کے بالکل برعکس قوانین نافذ کر رہے ہوں، خروج کو جائز قرار دیتے ہیں۔ البتہ اُن کے نزدیک خروج کے لیے ضروری ہے کہ اتنی قوت فراہم کر لی جائے کہ کامیابی کا واضح امکان ہو۔ اس حوالے سے تنظیم اسلامی سمجھتی ہے کہ عسکری جدوجہد feasible نہیں یعنی اِس کے ذریعہ نظام باطل کے خلاف کامیابی کا امکان بحالات موجودہ نظر نہیں آتا۔ اِسی لیے تنظیم اسلامی نے متبادل کے طور پر آخری مرحلہ کے لیے پرامن لیکن منظم ایجی ٹیشن کا طریق کار پیش کیا ہے۔

پرامن ایجی ٹیشن کے طریق کار کے حوالے سے دو اشکالات بیان کیے جاتے ہیں :

i۔ سنت کے مطابق جب آخری مرحلہ قتال فی سبیل اللہ کا ہے تو تنظیم اسلامی پرامن ایجی ٹیشن کا طریق کار کیوں پیش کررہی ہے؟

ii۔ ہمیں فی الحال آخری مرحلہ کے حوالے سے کوئی طریق کار پیش ہی نہیں کرنا چاہیے۔ اِس کی وجہ سے مذکورہ بالا اشکال پیدا ہوتا ہے۔ ابھی تو پہلے چار مراحل ہی پر عمل ہو رہا ہے۔ جب آخری دو مراحل کا وقت آئے گا اُس وقت دیکھا جائے گا۔

جہاں تک دوسرے اشکال کا تعلق ہے وہ بظاہر منطقی اور درست محسوس ہوتا ہے۔ البتہ اکثر رفقاء واحباب یہ سوال پوچھتے ہیں کہ آیا بحالات موجودہ غلبۂ دین کی منزل تک پہنچنے کا کوئی امکان ہے بھی کہ نہیں؟ اب اِس سوال کا جواب دینا ایک ناگزیر ضرورت بن جاتا ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی تحریک کے لیے اپنی منزل تک پہنچنے کے تمام مراحل کو بیان نہ کرنا نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ تحریک کسی بھی وقت غلط موڑ مڑ سکتی ہے۔ جماعتِ اسلامی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اُنہوں نے آخری مرحلہ واضح نہیں کیا۔ لہٰذا اقتدار کے حصول کے لیے خوش امیدی کے ساتھ انتخابی سیاست کا طریق کار اختیار کرلیا اور اِس کی وجہ سے ٹھیٹھ اسلامی تحریک ایک اسلام پسند سیاسی جماعت میں تبدیل ہوگئی۔

پہلے اشکال کے ازالہ کے لیے چند گزارشات پیش خدمت ہیں :

پہلی گزارش :

بلاشبہ قتال فی سبیل اللہ دین اسلام میں' عمل کے اعتبار سے بلند ترین عمل ہے۔ قرآنِ حکیم اور احادیث نبویہؐ میں بار بار اِس عمل کو اللہ کا محبوب ترین عمل قرار دیا گیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انقلاب کے آخری مرحلہ کے طور پر اِسی عمل کو اختیار فرمایا، لیکن آپ ﷺ نے یہ عمل آخری حل یعنی Last Option کے درجہ میں اختیار کیا۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی منشا دنیا میں خون ریزی کرنا یا لوگوں کو ہلاک کرنا نہیں تھا بلکہ اُنہیں ہدایت دینا اور راہِ راست پر لانا تھا۔ مشرکین' اہلِ کتاب اور منافقین کے بارے میں اللہ کے حسبِ ذیل فرامین پر غور کیجیے۔ غزوۂ بدر کے بعد مشرکین سے کہا گیا:

﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

(الانفال: 38)

''اے نبی ﷺ کہہ دیجیے اُن لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا اگر وہ اب بھی باز آجائیں تو معاف کردیا جائے گا جو بھی اُنہوں نے اِس سے پہلے کیا، لیکن اگر اُنہوں نے وہی کچھ کیا جو پہلے کرتے آئے ہیں تو ماضی میں ایسا کرنے والوں کا انجام بیان کیا جاچکا ہے۔''

اہلِ کتاب کے بارے میں ارشاد ہوا :

﴿وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

(آلِ عمران: 110)

''اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو یقیناً یہ اُن کے حق میں بہتر ہوتا۔ اُن میں سے کچھ ایمان لانے والے ہیں لیکن اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں۔''

منافقین کے بارے میں فرمان جاری ہوا :

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ

وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿﴾ (النساء :147)

''اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ اور اللہ قدر دان اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اسی طرح اللہ نے آپ ﷺ کو بھیجنے کی غرض و غایت یوں بیان فرمائی :

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿﴾﴾

(الاحزاب: 46، 45)

''اے نبیؐ! بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ، بشارت دینے والا، خبردار کرنے والا، اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بلانے والا اور ایک چمکتا ہوا روشن چراغ بنا کر۔''

آپ ﷺ نے ہر موقع پر ممکنہ حد تک قتال سے avoid کرنے اور پُر امن طریقہ سے معاملات کو سنوارنے کی کوشش کی۔ البتہ جہاں ضروری ہوا وہاں ہٹ دھرمی کرنے والوں سے زمین کا سینہ قتال فی سبیل اللہ کے ذریعہ صاف کیا گیا، تاکہ فساد فی الارض کا سدِّ باب ہو اور ظالموں کے ظلم سے لوگوں کو نجات دلائی جائے۔ آپ ﷺ رحمت للعالمین تھے اور آخری حد تک اللہ کے بندوں کو گمراہی اور جہنم سے بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ آیئے، اس حوالے سے آپ ﷺ کی سیرت کے چند اہم نقوش پر غور کرتے ہیں :

1- پورے مکی دور میں آپ ﷺ نے ہاتھ میں تلوار نہیں اٹھائی۔ برائی کا جواب بھلائی سے اور گالیوں کا جواب میں دعاؤں سے دے کر مخالفین کو ہمنوا بنانے کی کوشش کی۔ ابوجہل جیسے ہٹ دھرم انسان کے لیے بھی جھولی پھیلا کر ہدایت کی دعا فرمائی۔ طائف والوں کے سنگدلانہ رویہ اور ظلم کے ردِ عمل میں یہ گوارا نہ فرمایا کہ ملک الجبال پہاڑوں کو ٹکرا کر درمیان میں واقع طائف کی بستی کو پیس کر رکھ دے بلکہ اِس بستی والوں کے لیے بھی ہدایت ہی کی دعا فرمائی۔

2- مدنی دور میں جب اللہ کی طرف سے قتال فرض کر دیا گیا اور آپ ﷺ نے غزوۂ بدر سے پہلے اقدام کے طور پر قریش کی تجارتی گزر گاہوں پر اپنی موجودگی کے اظہار کے لیے آٹھ مہمات روانہ کیں تو ساتھیوں کو تجارتی قافلوں پر حملہ کرنے سے منع فرمایا۔ ان مہمات کا مقصد یہ تھا کہ قریش کو باور کرایا جائے کہ اُن کی تجارتی گزر گاہیں اب مسلمانوں کی نگرانی میں ہیں اور مسلمان کسی بھی وقت اُن کی معاشی ناکہ بندی کر سکتے ہیں۔ وادیٔ نخلہ میں جب مسلمانوں کے ہاتھوں ایک مشرک کا قتل ہوگیا تو اُس پر بھی آپ ﷺ نے اظہارِ ناپسندیدگی فرمایا۔

3- غزوۂ بدر سے پہلے جب آپ ﷺ ابوسفیان کے قافلہ کو روکنے کے لیے نکلے تو اُس وقت بھی مقصود خونریزی نہ تھا، لہٰذا 313 ساتھیوں کے پاس صرف آٹھ تلواریں تھیں۔

4- مقام صفراء پر جب آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ایک بڑا لشکر کیل کانٹے سے لیس ہو کر مدینہ کی طرف آ رہا ہے تو آپ ﷺ نے باوجود بعض ساتھیوں کی خواہش کے قافلہ کے بجائے لشکر کی طرف جانا پسند فرمایا۔ مقصود خونریزی ہوتا تو قریش کو لشکر کشی کا سبق سکھانے کے لیے پہلے ابوسفیان کے قافلہ کی طرف جاتے جس کے ہمراہ صرف پچاس محافظ تھے۔

5- غزوۂ احد میں جب کفار نے آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید اور چہرہ خون خون کر دیا تو اُس وقت آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے :

((كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ خَضَبُوْا وَجْهَ نَبِيِّهِمْ بِالدَّمِ وَهُوَ يَدْعُوْهُمْ اِلَى اللّٰهِ)) (ابن ماجہ)

''وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کر دیا جبکہ وہ اُنہیں اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہے۔''

گویا عین میدانِ جنگ میں بھی آپؐ نے زخمی کرنے والے دشمنوں کے لیے بربادی کی بددعا نہیں کی بلکہ اُن کی فلاح کی فکر کی۔ ع سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے۔

6- غزوۂ بدر کے بعد یہودی قبیلہ بنو قینقاع نے بدعہدی کی تو باوجود قدرت رکھنے کے اُنہیں ہلاک نہیں کیا بلکہ جلاوطن کر دیا۔ اسی طرح کا معاملہ غزوۂ احد کے بعد بنو نضیر کے ساتھ کیا۔ اس کے برعکس غزوۂ احزاب کے بعد بنو قریظہ نے فیصلہ آپ ﷺ کے بجائے حضرت سعد بن معاذؓ سے کرایا اور اُن کے فیصلہ کے نتیجہ میں یہود کے 600 جوان افراد قتل کیے گئے۔

7- 6ہجری میں حدیبیہ میں کفار کے ساتھ جو صلح کی گئی وہ بظاہر احوال ایسی تھی کہ جس سے مسلمان مضطرب تھے۔ مسلمان جو انتہائی پُر جوش تھے اور بیعت رضوان کے ذریعہ موت پر بیعت کر چکے تھے، اس صلح سے ان پر بظاہر مایوسی طاری ہوئی۔ مگر وقت نے بتا دیا کہ یہ صلح آپؐ کی کمال حکمت وفراست کا شاہکار تھی۔ اس صلح کا فائدہ یہ ہوا کہ بڑی تعداد میں لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور دو ہی سال میں مسلمانوں کی تعداد سیکڑوں سے بڑھ کر ہزاروں تک جا پہنچی۔ خاص طور پر حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ جیسے باصلاحیت لوگ مسلمان ہوئے جو اِس سے قبل اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے۔ یہ سب نبی اکرم ﷺ کی مدبرانہ فراست کے نتیجہ میں ہوا۔

8- 7ہجری میں خیبر کے یہودیوں کو ہلاک کرنے کے بجائے آپ ﷺ نے اُن سے معاہدہ کیا۔

9- 8ہجری میں قریش نے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنوخزاعہ کے مقابلے میں اپنے حلیف قبیلہ بنوبکر کی مدد کر کے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کی۔ آپ ﷺ نے بدلہ لینے کی قوت رکھنے کے باوجود قریش کے خلاف اقدام نہیں کیا بلکہ اُن کے سامنے تین صورتیں رکھیں :

i۔ بنوخزاعہ کے مقتولین کا خون بہا ادا کر دو۔

ii۔ بنوبکر کی حمایت چھوڑ دو، ہم خود اُن سے بنوخزاعہ کے مقتولین کا قصاص لے لیں گے۔

iii۔ اگر مذکورہ بالا شرائط تمہیں منظور نہیں تو پھر گویا تم نے صلح توڑ دی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی پہلی ترجیح خونریزی کو روکنا تھا، لیکن قریش کے جوشیلے نوجوانوں نے کہا کہ ہاں ہم نے صلح توڑ دی ہے۔

10- سن 8ہجری میں قریش کے صلح توڑنے کے بعد آپ ﷺ نے مکہ کی طرف مہم کی تیاری شروع فرمائی۔ اس مہم کو انتہائی خفیہ رکھا گیا، تاکہ قریش مقابلہ کی تیاری نہ کر سکیں اور خونریزی کم سے کم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ محض چند افراد کی ہلاکت ہوئی اور مکہ فتح ہوگیا۔

11- فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرمایا۔ فتح مکہ کے دن کو ایک علم بردار صحابی حضرت سعد بن عبادہؓ نے یوم الملحمہ (ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا دن) کہا، لیکن آپ ﷺ نے اس پر اُن سے علم لے لیا اور اُس دن کو یوم المرحمہ (رحم کرنے کا دن) قرار دیا۔ اُس روز دو ہزار مشرکین دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

12- غزوۂ حنین کے بعد اہلِ طائف کا محاصرہ جاری نہیں رکھا۔ ورنہ محاصرہ جاری رکھنے سے آخر کار وہ خوراک اور دیگر ضروریات زندگی کی قلت سے ہلاک ہو جاتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے چاروں طرف قبائل مسلمان ہو چکے ہیں لہٰذا یہ بھی بالآخر اسلام قبول کر لیں گے۔

13- 9ہجری میں مشرکین کو دارالاسلام سے نکلنے کے لیے مختلف میعادوں کی مہلت دی۔ کسی کو حرمت والے مہینوں کی، کسی کو چار ماہ کی اور کسی کو طے شدہ معاہدہ کی مدت کی تکمیل کی۔ مقصود اُن کی ہدایت تھی نہ کہ اُنہیں

مار دینا۔ یہاں تک کہ سورۃ التوبہ آیت 6 میں فرمایا گیا کہ اگر کوئی مشرک قرآنِ حکیم کی تعلیمات سننا چاہے تو اُسے سننے کا موقع دو اور پھر اُسے اُس کے محفوظ مقام تک پہنچا دو۔

14۔ سفر تبوک میں جب آپ ﷺ تبوک کے مقام پر پہنچے تو قیصر روم نے مقابلہ سے گریز کیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ آپ ﷺ نے اُس کا تعاقب نہیں کیا بلکہ مختلف قبائل سے معاہدات کر کے مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

15۔ ایک عادلانہ اسلامی ریاست قائم کر کے مسلمانوں نے اطراف میں بسنے والوں پر حجت تمام کر دی۔ اب جب صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے بعد اسلامی ریاست کی توسیع کے لیے اطراف میں بسنے والوں کی طرف پیش قدمی کی تو اُن کے سامنے تین متبادل پیش کیے۔ اوّل یہ کہ اسلام لے آؤ، ہمارے برابر کے شہری بن جاؤ گے۔ دوئم یہ کہ اسلام کو بحیثیت غالب دین قبول کر لو تو تمہاری جانوں، اموال، املاک، عزت و آبرو اور عبادت گاہوں کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہوگی۔ اگر یہ دو صورتیں قبول نہ ہوں تو پھر تیسری صورت قتال کی ہوگی۔

گویا مقصود لوگوں کو ہلاک کرنا نہیں بلکہ اُنہیں راہ راست پر لانا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پوری کوشش فرمائی کہ اپنے ذاتی کردار، اعلیٰ اخلاق، بھرپور تبلیغ اور مخالفین کے لیے پرخلوص دعائیں کر کے اُن پر حجت پوری کر دی جائے۔ یہی تمام رسولوں کی بعثت کا اساسی مقصد تھا۔

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا﴾ (النساء: 165)

”یہ رسول تھے بشارت دینے والے اور خبردار کرنے والے تاکہ نہ رہے لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت رسولوں کے آنے کے بعد اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے، کمال حکمت والا ہے۔“

البتہ افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ اتمام حجت کے باوجود لوگ اصلاح پر راضی نہیں ہوتے۔ اللہ کی نافرمانیوں سے اُس کی زمین کو پراگندہ کرتے اور زمین والوں پر ظلم وستم کرتے رہتے ہیں۔ اسے ہی لوگوں کی سرکوبی کے لیے لوہا اتارا گیا۔ اِس حقیقت کو سورۃ الحدید آیت 25 میں اس طرح بیان کیا گیا:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ﴾

”بلاشبہ ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ اور ہم نے نازل کیں اُن کے ساتھ کتابیں اور ترازو تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا بھی اُتارا ہے جس میں شدید جنگ کی صلاحیت (یعنی جنگی قوت) ہے اور لوگوں کے لیے دیگر فائدے بھی ہیں، تاکہ اللہ ظاہر کر دے کہ کون غیب میں رہتے ہوئے اُس کی اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔“

اتمام حجت کے باوجود اصلاح پر آمادہ نہ ہونے والے بدبختوں کے خلاف انبیاءؑ نے قتال کیا اور زمین کو اُن کی گندگی سے پاک کر دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّیُّوْنَ كَثِیْرٌ﴾ (آلِ عمران: 146)

”اور کتنے ہی نبی ایسے گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر اللہ والوں نے جنگ کی ہے۔“

لہٰذا ذہنی طور پر تیار رہا جائے کہ قتال کا مرحلہ آ کر رہے گا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ﴾ (التوبہ: 111)

”اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض میں اُن کے لیے جنت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں۔“

نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خبردار فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنَ النِّفَاقِ)) (مسلم)

”جس نے کبھی جنگ نہ کی اور نہ اُس کے نفس نے اس کی آرزو کی وہ منافقت کی ایک صورت پر مرا۔“

دوسری گزارش:

سنت کی ترتیب سے ہٹی ہوئی ہر شے ظلم ہے۔ یہ اللہ کے بندوں کے ساتھ ظلم ہے کہ اُن پر اتمام حجت نہ کیا جائے اور اِس کے بغیر ہی اُن کے خلاف اقدام کر لیا جائے۔ دورِ حاضر میں پرامن ایجی ٹیشن کا طریقہ بھی اتمام حجت کی ایک صورت ہے۔

تیسری گزارش:

بحالات موجودہ پرامن ایجی ٹیشن کے ذریعے تبدیلی کے لیے تیاری کے مقابلہ میں عسکری جدوجہد کے لیے دس گنا زیادہ تیاری کرنی پڑے گی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حکومت کے مقابلہ میں ایسی تیاری بظاہر ناممکنات میں سے نظر آتی ہے۔

چوتھی گزارش:

پرامن ایجی ٹیشن کے ذریعہ کامیابیوں کی کئی مثالیں سامنے آچکی ہیں لیکن کسی منظم ریاست کے خلاف عسکری جدوجہد کے ذریعہ کامیابی کی کوئی مثال موجود نہیں۔ پہاڑی علاقوں میں گوریلا وار کے ذریعہ حکمرانوں کو پریشان تو کیا جاتا رہا ہے، لیکن حکومت حاصل کر کے نظام کو تبدیل نہیں کیا جاسکا۔

پانچویں گزارش:

پرامن ایجی ٹیشن کے طریقہ کار میں بے قصور لوگوں کے مالی، جانی اور آبرو کے نقصانات کے کم امکانات ہیں۔ شہری علاقوں میں گوریلا وار سے یہ نقصانات شدت کو پہنچ گئے۔ کئی بستیاں جلادی گئیں، مکانات مسمار کر دیے گئے بے قصور لوگوں پر تشدد کیا گیا، بہت سے ہلاک اور بہت سے پابند سلاسل کر دیے گئے اور کئی عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔

ضروری وضاحت:

یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہے کہ جہاد کی اعلیٰ ترین صورت قتال فی سبیل اللہ ہی ہے۔ اگر ابتدائی مراحل امکانی حد تک تسلی بخش طور پر طے کر لیے گئے ہوں اور دستیاب اہلیت وصلاحیت سے کامیابی کا امکان نظر آئے تو اِسی کو اختیار کرنا سنت نبوی ﷺ پر عمل ہے۔ آنجہانی غلام احمد قادیانی کا یہ تصور پرلے درجہ کی گمراہی ہے کہ:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

قتال فی سبیل اللہ ہر دور میں اور قیامت تک جائز رہے گا۔ دین کا راستہ روکنے والے یا مسلمانوں پر ظلم وستم کرنے والے کافروں کے خلاف تو ہتھیار اٹھانے میں کوئی اختلاف ہی نہیں۔ اگر کچھ کلمہ گو لیکن فساق و فجار مسلمان دین کے راستے کے اندر ایک رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے ہوں اور آپ نے باقی سارے تقاضے پورے کر لیے ہوں تو کیا اُن کی جانیں اتنی مقدس ہیں کہ اُن کی وجہ سے دین کو پامال رہنے دیا جائے؟ یہ بات عقل ونقل کی میزان پر پوری نہیں اُترتی۔ البتہ مسلح جدوجہد کے آغاز کے لیے ضروری ہے کہ:

i- ایک امیر کی قیادت میں منظم جماعت قائم کی جاچکی ہو۔ ii- جماعت میں شامل فدائین نے اپنے سیرت وکردار کی ایک ساکھ قائم کر لی ہو۔ iii- جماعت نے معاشرے میں دعوت پہچانے کا حق ادا کر دیا ہو۔ iv- اسباب کے حوالے سے فتح کا غالب امکان محسوس ہو۔

تنظیم اسلامی : اساسی دعوت، نظریات اور تصورات
ایک جائزہ

ابو اکرام

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپؐ پر دین وشریعت کی تکمیل کر دی گئی۔ آپ کی نبوت رسالت اور آپؐ کا لایا ہوا دین قیامت تک کے لیے ہے۔ آپؐ کو جو خصوصی مشن دیا گیا، وہ غلبہ واشاعت دین کا مشن تھا۔ یہ بات قرآن حکیم میں تین مقامات پر بایں الفاظ آئی ہے (ترجمہ) ''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول کو الہدیٰ اور دین حق دے کرتا کہ وہ اُسے تمام ادیان (نظامہائے زندگی) پر غالب کردیں۔'' (التوبہ:33، الفتح:29، الصف:9) آپؐ نے 23 سال کی پُر مشقت جدوجہد کے ذریعے دین کو جزیرہ نما عرب میں غالب فرما دیا۔ امت محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہونے کے ناتے یہ کام اب اس امت کی ذمہ داری ہے۔ یہ امت زمین پر اللہ کی نمائندہ اُمت ہے۔ چنانچہ آپؐ کے جلیل القدر صحابہؓ نے بھی اس مشن کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ انہوں نے نہ صرف آپؐ کی حیات طیبہ کے دوران اپنی جان، مال اور اوقات اِس کام کے لیے لگائے، بلکہ آپؐ کے وصال کے بعد بھی اقامت دین کے لیے عظیم جہاد کیا۔ نتیجتاً اللہ کا یہ دین دنیا کے ایک بڑے حصے پر غالب ہوا۔ اب رہتی دنیا تک یہ کام امت کو کرنا ہے، تاکہ اللہ کی زمین قانونِ الٰہی کی کرنوں سے منور ہو، اور نوع انسانی نظام ہائے باطلہ کی تیرگی سے نجات پائے۔

وطن عزیز میں اسلام کے غلبے کے لیے بہت سی جماعتیں کوشاں ہیں۔ تنظیم اسلامی کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ معروف معنی میں سیاسی جماعت ہے، نہ مذہبی فرقہ، بلکہ ایک اصولی، اسلامی، انقلابی جماعت ہے جو پہلے پاکستان میں اور بالآخر کل روئے زمین پر اللہ کے دین کے غلبے، یعنی اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام، یا دوسرے لفظوں میں ''اسلامی انقلاب'' اور اس کے نتیجے میں ''نظام خلافت علی منہاج النبوت'' کے قیام کے لئے سرگرم عمل ہے۔

انفرادی سطح پر تنظیم میں شامل ہر ساتھی کا اصل نصب العین صرف رضائے الٰہی اور نجات اُخروی کا حصول ہے۔

تنظیم اسلامی شخصی بیعت کے مسنون و ماثور اصول پر قائم کی گئی ہے۔ تنظیم کے بانی ڈاکٹر اسرار احمدؒ ہیں جنہیں تنظیم اسلامی کے قیام 1975ء سے 2002ء تک اس کے داعی، موسس اور تاحیات امیر کی حیثیت حاصل رہی۔ تاآنکہ 2002ء میں انہوں نے تنظیم کی امارت سے سبکدوشی اختیار کرلی اور تنظیم اسلامی کے دستور کے مطابق نامزد شدہ نائب امیر جناب حافظ عاکف سعید نے تنظیم کی امارت کی ذمہ داری سنبھالی اور اب اُن کو تنظیم اسلامی کے امیر کی حیثیت حاصل ہے۔

اساسی دعوت

تنظیم اسلامی کی اساسی دعوت تین بنیادی نکات پر مبنی ہے جو درج ذیل ہیں:

(i) تجدید ایمان
(ii) توبہ اور
(iii) تجدید عہد

تنظیم میں شمولیت جس عہد نامے کے ذریعے ہوتی ہے اس میں بھی ان ہی تین اُمور کا ذکر ہے، یعنی پہلی چیز کلمہ شہادت کی ادائی ہے۔ یہ گویا تجدید ایمان کے مترادف ہے۔ دوسری چیز توبہ اور استغفار ہے، اور تیسری اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کہ میں ہر اس چیز کو ترک کردوں گا جو اسے ناپسند ہے، اور اس کی راہ میں امکان بھر اپنا مال بھی صرف کروں گا اور بدنی قوتیں اور صلاحیتیں بھی کھپاؤں گا۔

عقائد اور بنیادی دینی تصورات

تنظیم اسلامی کے بنیادی دینی تصورات وعقائد اہل سنت والجماعت کے مطابق ہیں۔ یہ ''تعارف تنظیم اسلامی'' نامی کتابچے کے حصہ دوم میں شامل ہیں۔ اس بحث کی چھ شقیں ہیں، جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

اس کی پہلی شق (ا) ایمان مجمل اور ایمان مفصل کی تشریح پر مشتمل ہے۔ اس میں اہل سنت کے عقائد کو اختصار لیکن جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

دوسری شق (ب) میں کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کی تشریح کے ضمن میں اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے اقرار کے فکری وعملی تقاضوں کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اس امر کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ ہمارے نزدیک خلافت راشدہ چونکہ اصلاً خلافت علیٰ منہاج منہاج النبوۃ کی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا اس کے دوران جن اُمور پر امت کا اجماع ہو گیا' انہیں دین کے دستوری اور قانونی نظام میں حجت کی حیثیت حاصل ہے۔ اسی طرح یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ہمارے نزدیک عظمت صحابہؓ اور حجیتِ خلافت راشدہ کو نبی اکرم ﷺ کی رسالت مبارکہ کے ساتھ تتمے اور ضمیمے کی حیثیت حاصل ہے۔

تیسری شق (ج) ہر قسم کے کفر اور جملہ انواع و اقسام شرک اور تمام رذائل وذمائم اخلاق سے شعوری طور پر اعلان براءت پر مشتمل ہے۔ اس ضمن میں کفر شرک کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔

چوتھی شق (د) میں ایک رفیق تنظیم کو توبہ کی دعوت دیتے ہوئے کہا گیا کہ سابقہ زندگی کے تمام گناہوں پر نہایت الحاح وزاری سے بارگاہ خداوندی میں مغفرت کا طلب گار ہو اور آئندہ کے لیے کامل خلوص واخلاص کے ساتھ توبہ کرے۔ اِس میں فرائض و واجبات دینی اور محرمات ومنہیات شرعی کا اجمالی تذکرہ بھی ہو گیا ہے۔

پانچویں شق ایک مسلمان کے اصل نصب العین کو واضح کرتی ہے۔ اِس میں کہا گیا ہے کہ وہ گہرے احساس ذمہ داری کے ساتھ یہ اعلان کرے کہ وہ ہر طرف سے یکسو ہو کر صرف اللہ کا ہو کر رہے گا۔ رضائے الٰہی اور نجات اُخروی اُس کا نصب العین ہوگا۔ اُس کے جسم و جان اور مال و متاع حتیٰ کہ زندگی اور موت سب اللہ کے لیے ہوں گے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ سے عہد ومعاہدہ ہے۔

چھٹی شق (ہ) اطاعت امیر اور نظم کی پابندی سے متعلق ہے۔ اِس کی رو سے تنظیم میں شامل شخص نظم تنظیم کی پابندی کا عہد کرتا ہے کہ میں امیر تنظیم اسلامی کے ایسے تمام احکام کی جو شریعت کی کسی واضح نص کے خلاف نہ ہوں ''سمع و طاعت'' کی اسلامی روح کے مطابق اطاعت کروں گا۔

نظام بیعت

تنظیم اسلامی کا نظم جماعت دوسری دینی وسیاسی جماعتوں کی طرح نہیں۔ یہ بیعت کی مسنون بنیاد پر استوار ہے۔ نظام بیعت میں باہمی مشاورت کا نہایت وسیع اور جامع نظام ترتیب دیا گیا ہے جو موجودہ جمہوری نظام سے بھی وسیع تر اور مؤثر ہے۔ البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ جمہوریت میں فیصلہ کثرت رائے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے جبکہ نظام بیعت میں اظہار رائے اور کھلی بحث وتمحیص کے بعد

آخری فیصلہ صاحب امر (یعنی امیر جماعت) کی صوابدید پر چھوڑ دیا جاتا ہے، جو کثرت تعداد کی بجائے اصحاب الرائے کے مشوروں کی اصابت کو پیش نظر رکھ کر آخری فیصلہ کرتا ہے۔ گویا نظام بیعت میں اصول قرآنی ﴿وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ﴾ (الشوریٰ:38)''اور ان (مسلمانوں) کے باہمی معاملات مشورے کے ذریعے طے ہوتے ہیں'' کی بالفعل تعمیل اِس حکم قرآنی کے مطابق ہوتی ہے کہ ﴿وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ﴾ (آل عمران:159)''اور تم (اہم معاملات میں) ان (مسلمانوں) سے مشورہ کیا کرو، پس جب تم (مشوروں کی روشنی میں) کوئی فیصلہ کرلو تو پھر اللہ پر توکل کرو۔''

اساسی نظریات

تنظیم کے اساسی نظریات اور بنیادی دینی تصورات کو مختصراً یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ اسلام ایک مکمل دین ہے، محدود معنوں میں مذہب نہیں۔ اس میں نہ صرف انفرادی زندگی بلکہ اجتماعی زندگی کے بارے میں بھی تفصیلی احکامات دیئے گئے ہیں۔ واضح رہے کہ انفرادی زندگی کے تین نمایاں گوشے ہیں: عقائد، عبادات کے طور طریقے' پیدائش، شادی بیاہ اور وفات سے متعلق معاشرتی رسومات، جبکہ اجتماعی زندگی کے نمایاں گوشوں میں سماجی نظام، معاشی نظام اور سیاسی نظام شامل ہیں۔

اسلام کا مزاج ہی یہ ہے کہ وہ اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ لہٰذا جہاں انفرادی زندگی میں احکامات اسلامی پر عمل کرنا ضروری ہے' وہیں اجتماعی زندگی میں بھی احکامات اسلامی کا نفاذ لازم ہے۔ اسی کا نام اقامت دین ہے۔ اقامت دین کی جدوجہد میں شرکت بھی بنیادی دینی فرائض میں شامل ہے۔ یعنی اگر کسی خطۂ زمین میں دین غالب نہ ہو تو اسے قائم اور نافذ کرنے کے لئے جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا لازمی دینی فریضہ ہے۔ ظاہر ہے یہ کام فرد اکیلا نہیں کرسکتا، اس کام کے لئے ایک تنظیم یا جماعت کا ہونا ضروری ہے۔

یہ بات بھی بہت اہم ہے جس کی توضیح اساسی نظریات کے ضمن میں کردی گئی ہے کہ''ہمارے نزدیک دین کا اصل مخاطب فرد ہے۔ اِسی کی اخلاقی اور روحانی تکمیل اور فلاح ونجات، دین کا اصل موضوع ہے اور پیش نظر اجتماعیت اصلاً اِسی لیے مطلوب ہے کہ وہ فرد کو اس کے اصل نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول میں مدد دے!-- اس تصریح کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ ماضی میں مسلمانوں کو ان کی یہ ذمہ داری تو بالکل ٹھیک یاد کرائی گئی کہ جس دین کے وہ مدعی ہیں اسے دنیا میں عملاً قائم کرنے کی سعی وجہد بھی ان پر فرض ہے اور یہ کہ دین محض ذاتی عقائد اور کچھ مراسمِ عبودیت یعنی انسان اور رب کے مابین پرائیویٹ تعلق کا نام نہیں ہے بلکہ وہ انسان کی پوری انفرادی و اجتماعی زندگی کو اپنے احاطے میں لینا چاہتا ہے لیکن ان امور پر اس قدر زور دیا گیا کہ بندے اور رب کے مابین تعلق کی اہمیت اور افراد کی اپنی علمی، اخلاقی اور روحانی ترقی نظرانداز ہوتی چلی گئی۔ آئندہ جو کام پیش نظر ہے اُس کے اصول ومبادی میں یہ نکتہ بہت زیادہ قابل لحاظ رہے گا کہ ایک مسلمان کا اصل نصب العین صرف نجات اُخروی اور رضائے الٰہی کا حصول ہے اور اس کے لیے اسے اصل زور اپنی سیرت کی تطہیر وتزکیے اور اپنی شخصیت کی تعمیر وتکمیل پر دینا ہوگا جس سے تعلق مع اللہ اور حبِّ الٰہی اور حبِّ رسول ﷺ میں اضافہ ہوتا رہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ اخلاص پیدا ہوتا چلا جائے۔ دین کی تائید ونصرت اور شہادت واقامت یقیناً فرائض دینی میں سے ہیں لیکن ان کے لیے کوئی ایسی اجتماعی جدوجہد ہرگز جائز نہیں ہے جو افراد کو ان کے اصل نصب العین سے غافل کر کے انہیں محض ایک دنیوی انقلاب کے کارکن بنا کر رکھ دے!-- چنانچہ پیش نظر اجتماعیت میں اولین زور افراد کی دینی واخلاقی تربیت پر دیا جائے گا اور اس امر کا خصوصی اہتمام کیا جائے گا کہ --- اس کے تمام شرکاء کے دینی جذبات کو جلا حاصل ہو، ان کے علم میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے، ان کے عقائد کی تصحیح وتطہیر ہو، عبادات اور اتباع سنت سے ان کا شغف اور ذوق وشوق بڑھتا چلا جائے، عملی زندگی میں حلال وحرام کے بارے میں ان کی حِس تیز تر اور ان کا عمل زیادہ سے زیادہ مبنی برتقویٰ ہوتا چلا جائے اور دین کی دعوت واشاعت اور اس کی نصرت واقامت کے لیے ان کا جذبہ ترقی کرتا چلا جائے۔'' (تعارف تنظیم اسلامی: صفحات 28-29)

تنظیمی ڈھانچہ

تنظیم اسلامی کا تنظیمی ڈھانچہ مرکزی نظام، حلقہ جاتی نظام، مقامی تنظیموں، اُسرہ جات اور منفرد رفقاء پر مشتمل ہے۔ خواتین کا علیحدہ نظم قائم ہے۔ اس میں بھی یہ تمام درجات موجود ہیں۔

تنظیم کا سب سے بنیادی یونٹ اُسرہ کہلاتا ہے۔ اُسرہ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی خاندان ہیں۔ اس میں عام طور پر 3 تا 10 رفقاء ہوتے ہیں اور اِس کا سربراہ نقیب کہلاتا ہے۔ کسی مقام پر دو یا زائد اُسرہ جات کی موجودگی میں بالعموم مقامی تنظیم قائم کردی جاتی ہے۔ مقامی تنظیم کا سربراہ امیر مقامی تنظیم کہلاتا ہے۔

دعوت کی توسیع اور تنظیمی رابطوں کو آسان اور مستحکم بنانے کے لئے ملک کے مختلف حصوں میں حلقہ جات قائم ہیں' جو اپنے اپنے علاقوں میں اپنی سہولت اور حالات کے مطابق دعوتی اور تنظیمی سرگرمیاں انجام دیتے ہیں۔

مرکزی نظم میں امیر تنظیم کے بعد اہم ترین عہدہ ناظم اعلیٰ کا ہے۔ تنظیم کے موجودہ ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی ہیں۔ تنظیم اسلامی میں نظم (نیچے سے اوپر کو) اس طرح سے ہے۔

نقیب اُسرہ ← امیر مقامی تنظیم ← امیر حلقہ ← نائب ناظم اعلیٰ ← ناظم اعلیٰ ← امیر تنظیم اسلامی۔

تنظیم کے تحت کئی شعبہ جات کام کر رہے ہیں۔ جن میں شعبہ دعوت، شعبہ تربیت، شعبہ مالیات اور شعبہ نشرواشاعت شامل ہیں۔

ماہانہ''میثاق'' اور ہفت روزہ''ندائے خلافت'' کو تنظیم کے ترجمان جرائد کی حیثیت حاصل ہے۔ تنظیم اسلامی کی اپنی ویب سائیٹ www.tanzeem.org کے نام سے موجود ہے' جس پر بانیٔ تنظیم کے متعدد خطابات و دروس کے علاوہ امیر تنظیم کا تازہ خطاب جمعہ ہفت روزہ ندائے خلافت اور حالات حاضرہ سے متعلق خصوصی پروگرام''خلافت فورم'' Upload کئے جاتے ہیں۔ خلافت فورم میں بالعموم امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب یا ناظم نشرواشاعت مرزا ایوب بیگ صاحب مدعو ہوتے ہیں۔ ضرورت کے تحت بعض اوقات دوسرے اہل دانش کو بھی بلایا جاتا ہے۔

تنظیم میں شمولیت

تنظیم کے رکن کو''رفیق'' کہا جاتا ہے۔ روئے ارضی کے کسی بھی مقام پر قیام پذیر ہر بالغ مسلمان (خواہ مرد ہو یا عورت) تنظیم کا رفیق بن سکتا ہے جو اصلاح نفس اور تعمیر سیرت کا خواہشمند ہو اور دین کی جانب سے عائد انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں سے عہد برا ہونا چاہے، تاکہ اُس کی ذات، گھر، معاشرہ اور ریاستی سطح پر اسلام کو غلبہ حاصل ہو۔ شرط یہ ہے کہ وہ تنظیم کے اساسی نظریات اور دینی تصورات سے فی الجملہ متفق ہو اور امیر تنظیم کے ہاتھ پر سمع وطاعت کی بیعت کرے۔

آیئے، ہمارا ساتھ دیجئے!

غلبہ واقامت دین کی جدوجہد کرنا کوئی اضافی نیکی نہیں بلکہ ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے۔ تنظیم اسلامی اجتماعی طور پر اسی فرض کی ادائی کے لیے کوشاں ہے۔ آیئے اپنے اس فرض کی ادائی کے لیے تنظیم اسلامی کے دست وبازو بن جائیں اور اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ ہمارا اللہ ہم سے راضی ہو اور دنیا سے طاغوتی اور شیطانی نظام کا خاتمہ ہو اور سسکتی ہوئی انسانیت اسلام کے نظام عدل وقسط کے سائے میں امن وسکون کی زندگی بسر کرسکے۔

★ ★ ★

A seminar arranged by **Markazi Anjuman Khuddam-ul-Quran Lahore**
in collaboration with **University of Management & Technology** *on:*

"CREATION, SCIENCE & ISLAMIC COSMOLOGY"

"Those who eagerly look forward to the intercession of the Messenger of Allah ﷺ must unreservedly activate themselves for the restoration of Khilafah." This was stated by the renowned Nuclear Scientist, **Dr. Tariq Mustafa**, during his presidential address at a seminar entitled "Creation, Science & Islamic Cosmology" held at Quran Auditorium. The exclusive seminar was arranged by the collaborative efforts of Markazi Anjuman Khuddam-ul-Quran Lahore and The University of Management & Technology. He lamented that the Muslim Ummah had not performed their duty adequately enough in dissemination of the basic premise of the Quran through preaching. He bemoaned that a vast majority of Muslims rejected the idea of "Evolution" outright, though there are clear and candid signs about the notion of "Stages of Evolution" in The Divine Book. He also said that the Quran is NOT a Book of Science, rather a "Book of Signs". "Today we Muslims are a target of the wrath of Allah (SWT) because we have not fulfilled the duty assigned to us, therefore unless we change ourselves by becoming upright and dutiful, we also will eventually suffer that same tragic fate as met by the earlier nations, who disobeyed Allah (SWT). Dr. Mustafa reminded the audience that although individual accountability of one's deeds will occur on the Day of Judgment, the fate of unruly nations that are noncompliant to Allah's commandments is not deferred until that day and is delivered in this world, as the rest of the globe witnesses it happen. In his view, human intellect is the acme of evolution and the scientific method is the best tool that Humankind has discovered so far to learn about the material world.

Dr. Absar Ahmad (President, Markazi Anjuman Khuddam-ul-Quran Lahore/ex-Head, Department of Philosophy, University of the Punjab) emphasized that the Quran enlightens the hearts, which, in fact is the only authentic version of "true and genuine enlightenment". "Pakistan is the most ideal region to establish the Khilafah." he added. He also noted that given the rate of reversion to Islam in the world today, soon it will become the largest religion with the highest number of followers. He mourned the fact that all scientific and technological developments taking place in today's world revolved around self-gratification. Dr. Absar noted ironically that Western scholars and writers were engaged in a campaign of brain washing against Islam. He said that modern intellectuals and philosophers had become rhetorical, with nothing left but mere talk. He mentioned that the modern man considered religion as a private affair in an individual's life whilst taking decisions regarding the affairs belonging to collective and communal lives of people with his own choice and by free will. In contrast, Islam invites mankind to spend their entire life according to the Quran and the Sunnah. He emphasized the restructuring of Muslim identity and self-image and expressed optimism about the future global Muslim union under Khilafah. From the point of view of his commitment to the Divine Book and as its preacher, Dr. Absar Ahmad thought of Dr. Israr Ahmad as a meta-historical and meta-geographical personality. He told the audience that Tehreek-e-Khilafat launched by him in 1991 was given extensive treatment by Reza Pankhurst in his book "The Inevitable Caliphate" published in 2013.

In his keynote address, **Dr. Munawar Ahmad Anees** (Dean, University of Management & Technology) stated that trying to establish the authenticity of the Quran in the light of science was a serious philosophical mistake.

The creation of human beings is an evolutionary process, a thesis that is lent credence by the Quran when one studies it. He said that the Muslims were significantly lagging behind the West in the attainment of knowledge; otherwise our modus operandi of philosophical reaction to the West would have been essentially different. He said that science does not solve every problem we, as human beings, encounter. He concluded his address on the note that those who pursue Western ideologies blindly are in fact mutilating the untainted purity and authenticity of Islam itself. However, he opined that Muslims must abandon literalism and apologia in favor of an incisive look at the ideological core of modern science.

Dr. Javed Iqbal Qazi (Professor, Department of Zoology, University of the Punjab) declared science not to be superior to the Quran and added that the Divine Scripture did not need any certificate by science to confirm its supremacy over it. The core reason for our laggardness in scientific knowledge resonates from our lack of knowledge about the rudiments mentioned in the Quran, he noted. He recounted his experience of attending Dr. Israr's Quranic discourses that extended over two decades in Lahore.

Dr. Khalid Hameed Sheikh (ex-vice chancellor, University of the Punjab) departed from others in his address and said that Charles Darwin's "Theory of Evolution" did not conform to the teachings found in the Quran. He also said that it was the need of the hour to make efforts to diffuse the negative sentiment existing against Islam in the West and to familiarize them with the real teachings of the Quran. He said that the transcendental element present in human beings is related to the Divine Spirit, which is why the species as a whole was bestowed upon with the title "The best of all Creations".

Professor Abdul Majid also participated in the Seminar and made a brief speech.

(Reported by: Waseem Ahmad)

صدائے انقلاب

رُکو نہیں، تھمو نہیں!

نعیم صدیقی

رُکو نہیں، تھَمو نہیں کہ معرکے ہیں تیز تَر!
نئے سرے سے چھڑ چکی ، جہاں میں رزمِ خیر و شر
اگرچہ شب تھی نیش زن ، سحر ہے خوں فشاں سحر
سپاہیانِ عشق کی ، مگر خودی بُلند تر
ہزار زخم تازہ سے پگھل رہے ہیں گو جگر
مجاہدوں کی شان ہے کہ آنکھ ہو نہ پائے تَر
ذرا بھی تم ٹھٹک گئے، رُکے کہیں جو لحہ بھَر
طویل ہو نہ جائے پھر تمہارا یہ کٹھن سَفر
سفر کہ جس میں جابجا کئی مراحلِ سقر
پکارتی ہیں سہم کر فضائیں خود "حَذر حَذر"
رُکو نہیں ، تھَمو نہیں کہ شور ہے نگر نگر
ہے قاتلوں ، خُتامیوں کے درمیاں گھِرا بشر
ربٰو، زِنا، قمار کے تمدّنِ جدید میں
نہ کوئی خُلق محترم ، نہ کوئی قَدر معتبر
اُجڑ رہی ہیں عصمتیں کُچل گئی ہیں غیرتیں
ہزاروں بچے چیختے ، ہزاروں مائیں نوحہ گَر
نہ کوئی قلب مطمئن ، نہ کوئی روح پُرسکوں
خیال ہیں گِرہ گرہ، عقیدے ہیں سو منتشر
رُکو نہیں، تھَمو نہیں کہ زندگی عذاب ہے
خدائی کے ہیں مدّعی جہاں میں اہلِ زوروزَر
زمیں کے چپّے چپّے پر تمہارا انتظار ہے
کہ ذرہ ذرہ خاک کا ، بشر کے خون سے ہے تر
رکو نہیں ، تھَمو نہیں مجاہدانِ صَف شِکن!
تمہارے انقلاب سے بنے گا عالمِ دِگر
رُکو نہیں، تھَمو نہیں کہ معرکے ہیں تیز تَر

(مرسلہ: قاضی عبدالقادر، کراچی)

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا (القرآن)

تنظیم اسلامی

کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

23 24 25 فروری 2014ء

(بروز اتوار، پیر، منگل)

بمقام مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور

منعقد ہو رہا ہے (ان شاءاللہ العزیز)

خالصتاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا و محبت کو اپنے حق میں واجب کرنے،
نظم کو مستحکم کرنے اور دین کے جامع فکر کو از سر نو تازہ کرنے کی خاطر

تمام رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے

تفصیلات کے لئے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجئے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی

فون: (042)36293939-36316638-36366638